أخطاء المصلين

تاليف: الشيخ مشهور بن حسن آل سلمان

نماز میں نمازیوں کی غلطیاں

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد اثری

ناشر

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد توعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

كيفية صلاة النبي ﷺ

تاليف: سماحة الشيخ عبدالعزيز بن باز رحمه الله

مع رسالة

أخطاء المصلين

تاليف: الشيخ مشهور بن حسن آل سلمان

نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ

مع رسالة

نماز میں نمازیوں کی غلطیاں

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد اثری

ناشر

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد توعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

ایڈیشن ۱۴۳۵ھ = ۲۰۱۴ء

تمام حقوق برائے سائٹ دار الاسلام محفوظ ہیں
اس کتاب کی عبارت بغیر کسی ترمیم و تبدیلی اور امانت و دیانت
کی شرط کے ساتھ نقل کرنے کی اجازت ہے

کسی قسم کے سوال یا تصحیح یا تجویز کے لیے درج ذیل سائٹ پر مراسلت کریں:

www.islamhouse.com

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات، ربوہ
ٹیلی فون: ۴۴۵۴۹۰۰، ۴۹۱۶۰۶۵
انٹرنٹ سائٹ کا پتہ:
www.islamhouse.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ عبدہ و رسولہ محمد واٰلہ وصحبہ أمابعد!

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت کے متعلق کتابچہ ہے جسے میں نے تمام مسلمان مرد و عورت کی خدمت میں اس چاہت سے پیش کیا ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور نماز کی ادئیگی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اسوہ اور نمونہ بنائیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي». ”تم لوگ نماز ایسے پڑھو جیسے اور جتنا مجھے پڑھتے دیکھتے ہو“ (بخاری:٦٣١)۔

قارئین کرام! طریقۂ نماز کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔

۱- کامل وضو کرنا

یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہو بہو ویسے وضو کرے جیسا کہ قرآن میں اللہ کا حکم ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِۚ ﴾(المائدۃ:٦)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو"۔

اور جیسا کہ نبی مکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «لاَ تُقْبَلُ صَلاَةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلاَ صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ» "کوئی بھی نماز بغیر وضو کے قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی حرام مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے"(صحیح مسلم: ۲۲۴)۔

نیز نبی کریم ﷺ کا اس شخص سے فرمانا جس نے نماز میں جلد بازی کی تھی: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاَةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ». "جب آپ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو کامل وضو کریں"۔(صحیح بخاری:۶۲۵۱)۔

۲-قبلہ رخ ہونا، نیت کرنا، اور سامنے سترہ رکھنا

نماز ادا کرنے والا کہیں بھی ہو پورے بدن کے ساتھ قبلہ رخ ہو جائے، اور جس نماز کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے چاہے وہ نفلی ہو یا فرض دل سے اس کا قصد و ارادہ کرے، نبی ﷺ نیت کے الفاظ زبان سے ادا نہیں فرماتے، اور نہ ہی آپ ﷺ کے اصحاب، لہٰذا زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کرے (بلکہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے)۔

☆اور نمازی کے لئے مسنون ہے کہ سترہ کے طور پر اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے، چاہے وہ امام ہو یا منفرد، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔

☆ نماز میں قبلہ (کعبہ) رخ ہونا شرط ہے، مگر بعض استثنائی مسائل ہیں جن میں شرط نہیں، اور اس کی وضاحت اہل علم کی کتابوں میں موجود ہے۔

فائدہ: جس کے لئے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا شرط نہیں یہ وہ عاجز لوگ ہیں: رسیوں یا زنجیروں میں جکڑا ہوا ایسا شخص جو قبلہ رخ ہونے کی قدرت نہیں رکھتا، گھمسان جنگ کی حالت میں، سیلاب ، آگ، درندے، دشمن سے بھاگنے والا، ایسا بیمار جو قبلہ رخ ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا، ان تمام سے یہ حکم ساقط ہو جاتا ہے، یہ لوگ حسب حالت جس طرف چاہیں رخ کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن:١٦) "حسب استطاعت اللہ سے ڈرو"۔

٣- تکبیر تحریمہ کہنا

تکبیر تحریمہ پکارے یعنی کہے: "اللہ اکبر" اور اپنی نظر اپنے سجدہ کی جگہ رکھے۔

۴-رفع یدین کرنا

تکبیر تحریمہ یعنی شروع نماز میں اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر تک یا اپنے دونوں کانوں کی لو کے مقابل تک اٹھائے۔

۵- سینہ پر ہاتھ رکھنا

اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے، بایں طور کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو پر رکھے، جیسا کہ وائل بن حجر اور قبیصۃ ابن ھلب الطائی عن أبیہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے۔

۶-نماز شروع کرنے کی چند دعائیں

دعا استفتاح یعنی نماز شروع کرنے کی دعا پڑھنا مسنون ہے، اور وہ یہ دعا ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ

وَالْبَرَدِ». ”اے اللہ ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا کردے جتنی دوری تونے مشرق و مغرب کے درمیان پیدا کی ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف کردے جیسے سفید کپڑا میل و کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف، اولے سے دھودے“۔(صحیح بخاری:۷۴۴، صحیح مسلم:۵۹۸)۔

یا چاہے اس کی جگہ یہ دعا پڑھ لے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلاَ إِلَهَ غَيْرُكَ». ”اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے، میں تیری حمد بیان کرتا ہوں، اور تیرا نام بابرکت ہے، اور تیری ذات بلند و برتر ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں“(سنن ابوداود:۷۷۵، سنن الترمذی:۲۴۲، سنن ابن ماجہ:۸۰۴، حم۳/۵۰)(صحیح، ارواء الغلیل:۳۴۱)۔

☆ ان دعاؤں کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن افضل یہی ہے کہ

باری باری ساری دعائیں پڑھی جائیں، تاکہ آپ ﷺ کی کامل اتباع ہو جائے۔

تعوذ، تسمیہ اور قرأت فاتحہ

پھر اس کے بعد یہ پڑھے: «أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ». اور پھر سورہ فاتحہ پڑھے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ». "جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی" (صحیح بخاری:٧٥٦، صحیح مسلم:٣٩٤)۔

☆ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد اگر نماز جہری ہو تو آمین بلند آواز سے کہے، اور اگر نماز سری (آہستہ قراءت والی) ہو تو آمین آہستہ سے کہے، پھر اس کے بعد بآسانی جتنا قرآن پڑھ سکتا ہے پڑھے۔

افضل یہ ہے کہ ظہر، عصر، اور عشاء کی نماز میں وساط مفصل (سورۃ عم سے الضحیٰ تک) کی کوئی سورت پڑھے، اور نماز فجر میں طوال مفصل (سورۃ ق سے عم تک) کی کوئی سورت پڑھے، نیز بعض دفعہ

رسول اللہ ﷺ سے مغرب کی نماز میں قصار مفصل (سورۃ الضحیٰ سے الناس تک) پڑھنا ثابت ہے ، نیز بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ سے مغرب کی نماز میں طوال مفصل اور وساط مفصل بھی پڑھنا ثابت ہے، اور مشروع یہ ہے کہ نماز عصر، نماز ظہر کے مقابلے میں ہلکی ہو۔

۷-رکوع کی کیفیت اور اسکی دعا

پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں یا دونوں کان کی لو تک لے جاکر رکوع میں جائے، پھر اپنا سر اپنی پیٹھ کے بالکل برابر میں رکھے ، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پیر کے دونوں گھٹنوں پر رکھ لے، اور انگلیوں کو پھیلائے رکھے ، اور رکوع میں پوری طرح ٹھہرا رہے اور یہ دعا پڑھے: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» "میرے عظمت والے رب کی ذات پاک ہے"۔

افضل یہ ہے کہ اس دعا کو تین بار یا اس سے بھی زائد بار پڑھے، نیز اس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھنی مستحب ہے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي». "اے اللہ ! ہمارے رب

تیری ذات پاک ہے، ہم تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، تو ہمیں معاف کردے"۔

٨- رکوع سے اٹھنے کی کیفیت اور اس کے بعد پڑھی جانے والی دعا

پھر رکوع سے اپنا سر اٹھائے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں یا کانوں کی لو کے برابر اٹھائے، یعنی رفع الیدین کرتے ہوئے چاہے منفرد (تنہا) ہو یا بحیثیت امام، یہ دعا پڑھے: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» "اللہ نے اس شخص کی دعا سن لی جس نے اس کی حمد و ثنا کی"۔

پھر اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ». "اے ہمارے رب! پاکیزہ، مبارک اور خوب خوب تعریف تیرے لئے زیبا ہے، نیز آسمانوں و زمین بھر، اور اس کے علاوہ جتنی تعریف تو چاہے سب تیرے لئے سزاوار ہے" (صحیح مسلم:٤٧٦)۔

☆ اس کے بعد اگر (امام، مقتدی، منفرد تینوں میں سے ہر ایک) اس دعا کا اضافہ کردے تو بہتر ہے: «أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». ”اے ثناو بزرگی والے، بندے نے جو تعریف وبزرگی بیان کی سب سے زیادہ تو اس کا مستحق ہے، اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، تو جو بھی عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جو روک لے، اسے کوئی نوازنے والا نہیں، کسی دولت مند کو اسکی دولت تیرے عذاب سے بچانے میں کوئی فائدہ نہ دے گی، (بلکہ عمل صالح سے نجات پائے گا)“ (صحیح حدیث سے یہ دعا بھی ثابت ہے ملاحظہ ہو، صحیح مسلم: (۴۷۷)۔

☆ اگر مقتدی ہے تو رکوع سے اٹھنے کے وقت آخر تک صرف اتنا کہے: ” ربنا و لک الحمد ....“ اور اسے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆رکوع سے اٹھنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو سینے پر رکھ لیں جیسے رکوع سے پہلے رکھے ہوئے تھے کیونکہ اس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کی ان حدیثوں سے ملتا ہے جو وائل بن حجر اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

فائدہ: یہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا مذکورہ روایت کی بنا پر اپنا استدلال ہے، جسے بعض لوگوں (اہل حجاز وغیرہ) نے اختیار بھی کیا ہے، اس کے برخلاف جمہور علماء کا موقف ہے کہ ہاتھوں کا چھوڑے رکھنا ہی مستحب ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، مسئلہ کی وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں (الصحیحہ: ۲۲۴، صفۃ صلاۃ النبی، ص: ۱۲۰-۱۲۱)۔

۹-پہلا سجدہ

اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، اگر آسانی ہو تو دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنوں کو رکھے، اور اگر دشواری ہو تو گھٹنوں سے پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھے، پیر اور ہاتھ کی انگلیاں اس طرح رکھیں کہ وہ قبلہ رخ

ہوں، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر زمین پر رکھیں، اور سات اعضاء پر سجدہ کریں، یعنی پیشانی کو ناک کے ساتھ زمین پر رکھیں، اور دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر کی انگلیوں کے نچلے حصہ کو زمین پر رکھیں اور تین یا اس سے زائد بار یہ دعا پڑھیں: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى» "میں اپنے برتر وبالا رب کی پاکی بیان کرتا ہوں"۔

فائدہ: سجدہ میں جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھنا مطلقا افضل ہے، اس میں دشواری اور آسانی کی کوئی قید نہیں، اس کے لئے مستدرک حاکم (۲۲۶۱) میں مروی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور سنن نسائی (۱۰۹۱) وغیرہ میں اقوی سند سے مروی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سجدہ میں جاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے، نیز آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسی کا حکم بھی دیتے تھے، یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، اس کے برخلاف سنن ابو داود میں مروی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں گھٹنوں کو پہلے رکھنے کا ثبوت ملتا ہے وہ ضعیف ہے، جس کی صراحت

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ(۹۲۹) اور ارواء الغلیل(۳۵۷)میں کی ہے۔ شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح کی اپنی مشہور شرح مرعاۃ المفاتیح (۳/۲۱۶-۲۲۱)میں بڑی تفصیل کی ساتھ بیان کیاہے۔

☆ اس دعاکے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی مستحب ہے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي» ”اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم تیری پاکی اور حمد بیان کرتے ہیں،اے اللہ تو مجھے بخش دے“۔

بحالت سجدہ کثرت سے دعا کرنی چاہئے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کافرمان ہے: «فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ». (مسلم: ۴۷۹) ”رکوع میں اللہ عزوجل کی عظمت بیان کرو،اور سجدوں میں خوب خوب دعامانگو،یہ تمہاری دعاکے لئے زیادہ مناسب ہے“۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ».(مسلم:۴۸۲)۔

"بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب کے فضل و رحمت سے نہایت قریب ہوتا ہے، اس لئے اس حالت میں خوب دعا مانگو"۔

نیز بحالت سجدہ ان دعاؤں میں اپنے لئے اور دیگر مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کی جائے، خواہ یہ نماز فرض ہو یا نفل۔

اور اپنے بازو پہلوؤں سے، پیٹ دونوں رانوں سے، اور رانوں کو پڈلیوں سے علحدہ رکھے، اور اپنے بازو زمین سے اوپر اٹھائے رکھے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ ، وَلاَ يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ». "سجدے میں اعتدال کرو ، اور کتے کی طرح بازو پھیلاکر نہ رکھو""۔ (بخاری:۸۲۲، مسلم:۴۹۳)۔

۱۰-دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت

اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اپنا سر اٹھائے، داہنا پاؤں کھڑا رکھے، اور بائیں پاؤں کو زمین پر بچھالے، اور اس پر بیٹھ جائے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی رانوں اور گھٹنوں پر رکھے، اور پھر یہ دعا پڑھے:
«رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي، وَعَافِنِي، وَاجْبُرْنِي». "اے میرے رب مجھے بخش دے، اے میرے رب مجھے معاف کردے، اے میرے رب مجھے درگذر فرما، اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق دے، مجھے عافیت دے، مجھے طاقت و قوت دے"۔(ابوداود: ۸۵۰) (ترمذی:۲۶۷)(ابن ماجہ:۸۹۸) حسن

اس جلسہ استراحت (سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد) میں ٹھیک سے بیٹھے رہیں یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے جوڑ کو پہنچ جائے، جیسے رکوع سے اٹھنے کے بعد ٹھیک سے کھڑے رہیں کہ ہر ہڈی اپنے جوڑ کو پہنچ

جائے۔ کیونکہ نبی ﷺ رکوع کے بعد قیام کو اور دوسجدوں کے درمیان جلسہ (بیٹھنا) کو لمبا کرتے تھے۔ اور اس کی مقدار تقریباً سجدہ جیسی ہوتی تھی(بخاری:۷۹۲، مسلم:۴۷۱)۔

۱۱-دوسرا سجدہ

پھر اللہ اکبر کہہ کر پہلے سجدے ہی کی طرح دوسرا سجدہ کریں۔

۱۲-دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا

اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے سے سر اٹھائیں، اور پھر دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی طرح تھوڑی دیر بیٹھیں، اس بیٹھنے کو (فقہا کی اصلاح میں) جلسہ استراحت کہتے ہیں، علماء کے صحیح قول کی بنیاد پر اس کا درجہ استحباب کا ہے، اگر یہ چھوڑ دیں تو کوئی مضائقہ نہیں، نیز اس دوران نہ کوئی ذکر ہے، اور نہ ہی کوئی دعا۔

پھر دوسری رکعت کے لئے اگر آسانی ہو تو اپنے دونوں گھٹنوں پر ٹیک لگاتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ اگر مشقت محسوس ہو تو زمین پر دونوں ہاتھ کا سہارا دے کر کھڑا ہو جائے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور اس

کے بعد قرآن کی جو سورت آسان لگے اس کے ساتھ پڑھے، پھر تمام وہی عمل کرے جو پہلی رکعت میں کیا۔

فائدہ: دوسری رکعت کے لئے زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہونا مطلقا مسنون ہے، کیونکہ دشواری ہو یا آسانی ہر صورت میں رسول اللہ ﷺ کا اسی پر عمل تھا، جیسا صحیح بخاری (۸۲۴) اور سنن نسائی (۱۱۵۳) میں مروی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت ہے۔ اس کے برخلاف گھٹنوں پر سہارا لے کر کھڑا ہونے پر دلالت کرنے والی حدیث ضعیف ہے، تفاصیل کے لئے علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب سلسلة الاحاديث الضعيفة (۹۲۹) اور ارواء الغليل (۳۵۷) کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ مقتدی کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ امام سے پہلے کوئی بھی عمل کرے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے امت کو ڈرایا اور خبر دار کیا ہے اور امام کے ساتھ ساتھ بھی کوئی عمل کرنا قابل کراہت ہے۔ بلکہ سنت یہ ہے کہ تمام اعمال بلا تاخیر امام کے بعد کئے جائیں، اور امام کی

آواز منقطع ہونے کے بعد مقتدی اپنے اعمال کا آغاز کریں، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلاَ تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ كَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰه لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا». ”امام اقتدا ہی کی خاطر بنایا گیا ہے، لہذا اس سے اختلاف نہ کرو یعنی کوئی بھی عمل اس کے آگے یا پیچھے نہ کرو، جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم لوگ بھی اللہ اکبر کہو، جب رکوع کرے تو اس کے بعد تم رکوع کرو، اور جب وہ «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کہہ چکے، تو اس کے بعد تم لوگ کہو: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» اور پھر جب وہ سجدے میں چلا جائے، تو اس کے بعد تم لوگ سجدہ کرو“۔ (بخاری: ۷۲۲، مسلم: ۴۱۴)۔

۱۳- تشہد کی بیٹھک

اگر نماز ثنائی یعنی صرف دو رکعت والی ہو جیسے نماز فجر، جمعہ، عیدین تو دوسرے سجدے سے اٹھ کر اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کر کے

اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے، اور اپنے داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھ لے، اور سبابہ یعنی شہادت کی انگلی چھوڑ کر اپنی تمام انگلیاں سمیٹے رکھے اور دعا "لا الہ الا اللہ" کے ذکر کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے رہے، نیز دوسرا طریقہ یہ بھی ہے داہنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی اور اس سے متصل بڑی انگلی دونوں کو سمیٹ لے، اور بیچ والی بڑی انگلی کو انگوٹھے سے جوڑ کر گول دائرہ (حلقہ) بنائے، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے رہے، یہ طریقہ اور بہتر ہے، ویسے دونوں طریقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، افضل یہ ہے، کبھی اس صورت پر عمل کرے، اور کبھی اس صورت پر عمل کرے، اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران اور گھٹنے پر رکھے رہے، پھر اس کیفیت میں بیٹھنے کے بعد یہ تشہد پڑھے: «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ» " آداب بندگیاں، نمازیں اور پاکیزہ

خیراتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، اور سلام ہو ہم پر، اوراللہ کے تمام نیک وصالح بندوں پر،اور میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتاہوں کہ محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"(بخاری:٨٣١، ١٢٠٢، ٦٣٢٨، ٧٣٨١، مسلم:٤٠٢)۔

اور پھر یہ پڑھے: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ». "اے اللہ محمد واٰل محمد کی مدح وستائش ملأ اعلی میں فرما جیسا کہ تونے ابراہیم اور آل ابراہیم کی ستائش فرمائی ہے، بیشک تو لائق تعریف بزرگ ہے، اے اللہ! جو بھلائیاں تونے ابراہیم اور اٰل ابراہیم کو عطا کی ہیں وہ سب بھلائیاں محمد واٰل محمد کو عطا

فرمااور انہیں بڑھا کر کئی گنا کر دے، یقینا تو لائق تعریف بزرگ ہے“ (بخاری:۳۳۷۰،۴۷۹۷،۶۲۵۷، مسلم:۴۰۶)۔

اس کے بعد پھر چار چیزوں سے اس طرح اللہ کی پناہ طلب کرے:

☆«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ» ”اے اللہ میں عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کے فتنوں سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں“(مسلم:۵۹۰)۔

☆ اس کے بعد دنیاو آخرت کی جو بھی بھلائی چاہے وہ اللہ سے مانگے، اگر اپنے والدین یا دیگر مسلمانوں کے لئے دعامانگے تو کوئی مضائقہ نہیں، چاہے فرض نماز ہو یا نفل، کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد عام ہے جس وقت آپ ﷺ نے انہیں تشہد سکھایا: «ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ

إِلَيْهِ فَيَدْعُو». وفي لفظ آخر: «ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ». یعنی تشہد کے بعد نمازی کو جو دعا سب سے اچھی لگے اس کے ذریعہ وہ اللہ سے مانگے "(بخاری:۸۳۵، مسلم:۴۰۲)۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ عام ہے، دنیا و آخرت کی جتنی چیزیں اس کے حق میں نفع بخش ہیں سب کو اللہ سے مانگ سکتا ہے، اس کے بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہہ کر داہنے طرف، اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر بائیں طرف اپنا چہرہ پھیرے۔

تین اور چار رکعت والی نماز کی کیفیت

۱۴-اگر تین رکعت والی نماز ہے جیسے مغرب، یا چار رکعت والی ہے جیسے ظہر، عصر، عشاء تو پہلے دو رکعت مکمل ہونے کے بعد تشہد یعنی "التحیات" پڑھے، اور پھر نبی ﷺ پر درود شریف یعنی "اللہم صل علیٰ محمد ...." پڑھے، پھر گھٹنوں پر ٹیک لگائے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے، اور دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں یا کانوں کی لو تک اٹھا کر (رفع الیدین کرکے) اپنے سینے پر باندھ لے، جیسا کہ پہلی دو رکعتوں

میں کیا تھا، اور اس کے بعد صرف سورۃ فاتحہ پڑھے۔ (بخاری: ۷۵۹، مسلم: ۴۵۱)۔

☆ اور اگر نماز ظہر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد کبھی کبھی کوئی سورۃ پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے اس طرح پڑھنا بھی ثابت ہے (مسلم: کتاب الصلاۃ ۴۵۲)۔

اور اگر پہلی تشہد پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا ترک کردے، تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا پڑھنا مستحب ہے، تشہد اول میں اس کا پڑھنا واجب نہیں۔

پھر نماز مغرب کی تیسری رکعت کے بعد، اور ظہر، عصر، اور عشاء کی چوتھی رکعت کے بعد تشہد (التحیات) پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف (اللهم صل علی محمد) پڑھے، اور عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی و موت کے فتنے، اور مسیح دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس کے بعد کثرت سے دعا کرے، اور اس جگہ اور اس کے علاوہ

دوسری جگہوں پر یہ دعا مشروع ہے: «رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ»."اے ہمارے رب تو ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی سے نواز دے، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے"۔اس بارے میں تفصیل دو رکعت والی نماز کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

☆ واضح رہے کہ دو تشہد والی نمازوں (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) میں دوسری تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت پہلی تشہد سے الگ ہے، داہنا پیر کھڑا رکھے، اور بائیں پیر کو داہنے پیر کے نیچے سے نکال کر زمین پر بچھائے اور اپنے مقعد (چوتڑ) کو پیر پر رکھنے کے بجائے زمین پر رکھے جیسا کہ ابو حمید کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مذکور ہے (صحیح بخاری: ٨٢٨)۔

پھر اس کے بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتے ہوئے چہرہ دائیں جانب پھیرے، اور اسی طرح السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے اپنا چہرہ بائیں جانب پھیرے۔

سلام پھیرنے کے بعد تین بار أَسْتَغْفِرُ اللّٰه کہے، اور پھر یہ دعا پڑھے: «اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ، وَمِنْكَ السَّلاَمُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلاَلِ وَالإِكْرَامِ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰه وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. (بخاری: ۸۴۴، ۶۳۳۰، مسلم: ۵۹۳)

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰه وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰه، وَلاَ نَعْبُدُ إِلاَّ إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰه، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ».(مسلم:۵۹۴)

" اے اللہ تو سلام ہے، اور تجھی ہی سے سلامتی ہے، اے عظمت و بزرگی والے تو بڑی برکت والا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود

بر حق نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اور سب تعریف اسی کے لئے ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اے اللہ! تو جو بھی عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جو روک لے اسے کوئی نوازنے والا نہیں، کسی دولت مند کی دولت تیرے عذاب سے بچانے میں کوئی فائدہ نہ دیگی (بلکہ عمل صالح سے نجات پائے گا)۔

اللہ ہی معبود بر حق ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی کی بادشاہت، اور اسی کے لئے تمام حمد وثنا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ کی ہی مدد سے ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں ہے، اور ہم صرف اسی کی بندگی کرتے ہیں، ساری نعمت وفضل اسی کی ہے، اور عمدہ تعریف بھی اسی کے لئے سزاوار ہے، اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، ہم اسی کے لئے دین (اطاعت) کو خالص کرتے ہیں، اگرچہ کفار کو ناپسند ہو"۔

اس کے بعد ۳۳ بار «سُبْحَانَ اللّٰهِ» ، اور ۳۳ بار «الْحَمْدُ لِلّٰهِ» اور ۳۴بار «اللّٰهُ أَكْبَرُ» پڑھے ، یہ پورے ننانوے ہوئے، اسے سو پورا کرنے کے لئے یہ «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰه وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» (مسلم:۵۹۷)۔

اس کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے) ﴿ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَيُّ ٱلْقَيُّومُۚ لَا تَأْخُذُهُۥ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌۚ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِۗ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَۖ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَاۚ وَهُوَ ٱلْعَلِيُّ ٱلْعَظِيمُ﴾ [البقرة: ٢٥٥].

پھر سورۃ اخلاص: ﴿قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ۝٢ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡ ۝٣ وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدُۢ﴾ [الإخلاص: ١ -٤]

پھر سورۃ الفلق:

﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلۡفَلَقِ ۝١ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِي ٱلۡعُقَدِ ۝٤ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾[الفلق: ١ – ٥].

پھر سورۃ الناس:

﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١ مَلِكِ ٱلنَّاسِ ۝٢ إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ ۝٣ مِن شَرِّ ٱلۡوَسۡوَاسِ ٱلۡخَنَّاسِ ۝٤

ٱلَّذِى يُوَسۡوِسُ فِى صُدُورِ ٱلنَّاسِ ۝٥ مِنَ ٱلۡجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ ﴾ [الناس: ١ – ٦]

ہر نماز کے بعد یہ تینوں سورتیں ایک ایک بار، اور نماز مغرب و فجر کے بعد اسے تین تین بار پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ اس سلسلے میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی صحیح حدیث وارد ہے۔

اس کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، اور یہ دعا بھی رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پڑھنا ثابت ہے: «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّه وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ».

اگر امام ہے تو (داہنے طرف) سے مڑ کر تین بار استغفر اللہ اور اللہم أنت السلام پڑھنے کے بعد مقتدیوں کے روبرو ہو جائے، اس کے بعد جو اذکار گزشتہ صفحہ میں بیان کیے گئے ہیں انہیں پڑھے۔ اس کی وضاحت رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی کئی صحیح حدیثوں میں موجود ہے، انہیں میں

سے ایک حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مسلم میں مروی ہے (صحیح مسلم: ۵۹۲)۔

واضح رہے مذکورہ بالا تمام اذکار محض سنت ہیں، ان کا پڑھنا فرض کا درجہ نہیں رکھتا۔

سنن رواتب

ہر مسلمان مرد عورت کے لئے نماز ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور نماز مغرب کے بعد دو رکعت، نماز عشاء کے بعد دو رکعت، اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے، یہ پوری بارہ رکعتیں ہیں، جو سنن رواتب یا سنت مؤکدہ کے نام سے جانی جاتی ہیں، کیونکہ نبی ﷺ حالت حضر (اقامت) میں انہیں پابندی سے پڑھتے تھے اور حالت سفر میں چھوڑ دیتے تھے، البتہ فجر کی سنت اور وتر سفر اور حضر دونوں ہی حالتوں میں پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے، اس میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب: ٢١] ”یقینا تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے“۔

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي».

افضل یہ ہے کہ وتر اور موکدہ سنتیں گھر میں پڑھی جائیں، اگر کوئی شخص انہیں مسجد ہی میں پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: «أَفْضَلُ صَلاَةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلاَّ الصَّلاَةُ الْمَكْتُوبَةُ». فرض نماز کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں ہو (بخاری: ۷۳۱، مسلم: ۷۸۱)۔

نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ان رکعتوں کو برابر پڑھنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا: «مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي للّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ، إلاَّ بَنَى اللّٰه لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ». جس کسی نے رات اور دن میں بارہ رکعتیں اجر ثواب کی نیت سے ادا کیں، تو اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا،،۔ (مسلم:۷۲۸)۔

اگر عصر سے پہلے چار رکعتیں، مغرب سے پہلے دو، اور عشاء سے پہلے دو رکعتیں بھی پڑھ لے تو اچھا ہے، کونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «رَحِمَ اللّٰه امْرَءًا صَلَّى أَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ». "اللہ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے"۔[رواه أحمد، وأبو داود، والترمذي وحسنه، وابن خزيمة وصححه، وإسناده صحيح].

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ» ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «لِمَنْ شَاءَ».[رواه الابخاري] "ہر دو اذان کے درمیان

نماز ہے، ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے" اور تیسری بار فرمایا: "جو چاہے"۔

اور اگر ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھ لے تو اچھا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرَّمَهُ اللّٰه تَعَالَى عَلَى النَّار». "جو شخص نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں ،اور نماز ظہر کے بعد چار رکعتیں پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے اللہ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے"۔[رواه الإمام أحمد وأهل السنن بإسناد صحيح]

مطلب یہ ہے کہ نماز ظہر کے بعد سنت راتبہ دو رکعت زیادہ پڑھ لے۔ کیونکہ اصل سنن راتبہ ظہر میں چار رکعت فرض سے پہلے اور فرض کے بعد دو ہی رکعت ہے، تو اگر دو رکعت کا اضافہ کرے تو اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد فضائل کا مستحق ہو جائے گا۔ اللہ ہی بھلائی کے کاموں میں توفیق عطا کرنے والا ہے۔

باجماعت نماز ادا کرنے کی فرضیت

مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ نماز باجماعت کی ادائیگی کو ہیچ وحقیر سمجھتے ہیں، اور بعض علماء کی طرف عطا کردہ آسانی کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، لہذا میرا یہ فرض بنتا ہے کہ اس مسئلہ کی عظمت اس کی خطرناکی سے لوگوں کو آگاہ کردوں، کسی بھی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ایسے کام کو حقیر وذلیل سمجھے جس کی عظمت شان اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں، اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان کی ہو، آپ پر رب کی طرف سے افضل درود سلام ہو۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بکثرت نماز کا ذکر کیا ہے، اوراس کی شان وعظمت، اور پابندی سے اسکی ادائیگی اوراسے باجماعت ادا کرنے کی عظمت کو خوب خوب بیان کیا ہے، نیز وہیں پر اس کے ہیچ سمجھنے، اس کی ادائیگی میں کاہلی و سستی برتنے پر منافقین کی صفت وخصلت قرار دیا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب مبین میں یوں فرمایا:

﴿حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ﴾ [البقرة: ۲۳۸] ”نمازوں کی حفاظت کرو۔ بالخصوص درمیانی والی نماز کی، اور اللہ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو“۔

بندے کا پابندی کے ساتھ نماز کی ادئیگی اور اس کی نظر میں عظمت نماز اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اس کی ادائیگی میں پیچھے رہنے اور اس کی عظمت و شان کو حقیر و ہیچ سمجھنے کا علم آپ کو کیسے ہو گا؟ اللہ نے فرمایا: ﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ﴾ [البقرة: ٤٣] ”اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ دو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“۔

یہ آیت کریمہ فرض نماز باجماعت پڑھنے کے وجوب اور نمازیوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے پر صریح دلیل ہے۔ اگر اس آیت کا مقصود صرف نماز قائم کرنا ہی ہوتا تو آیت کے اخیر میں اس ٹکڑے ”وارکعوا مع الراکعین“ کو ذکر کرنا بے سود ہوتا، اور اگلی و پچھلی

آیت کے ٹکڑوں میں کوئی مناسبت باقی نہ رہ جاتی۔کیونکہ نماز قائم کرنے کا حکم تو آیت کے شروع کے ٹکڑے میں موجود تھا وہ ہے ”أقیموا الصلاۃ“۔

نماز باجماعت کی فرضیت پر اللہ تعالیٰ کہ یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ ٱلصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓاْ أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْيَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّواْ فَلْيُصَلُّواْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾ [النساء: ۱۰۲].

”اور جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جمات تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آجائیں، اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آجائے، اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے، اور اپنا بچاؤ اور اپنا ہتھیار لئے رہے“۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے باجماعت نماز کی ادائیگی کو جنگ میں واجب قرار دیا، توحالت اَمن میں کیسے واجب نہ ہوگی؟۔

اگر کسی کو باجماعت نماز ترک کرنے کی اجازت وڈھیل دی گئی ہوتی تو دشمن کے سامنے بر سر پیکار، اور دشمنوں کے حملوں کے نرغوں میں رہنے والوں کو بدرجہ اولیٰ نماز باجماعت ترک کی اجازت ملتی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ادا کرنا اہم ترین واجبات میں سے ہے اور کسی بھی شخص کے لئے جماعت سے پیچھے رہنا جائز اور درست نہیں۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزُمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لاَ يَشْهَدُونَ الصَّلاَةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ». (بخاری: ٦٣٣، مسلم: ٦٥١) ”میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز کی اقامت کا حکم دے دوں، اور پھر ایک آدمی کو

حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ، پھر میں اپنے ہمراہ چند ایسے لوگوں کو جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں لے کر ایسی قوم کے پاس جاؤں جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں"۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم سب دیکھتے تھے کہ نماز باجماعت سے صرف ایسا منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا ، یا پھر مریض (بیمار) اور اگر مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل سکتا تو وہ بھی نماز میں حاضری دیتا، مزید فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہمیں ہدایت و درستگی کے راستے کی تعلیم دی اور انہیں ہدایت کے راستے کی تعلیمات میں سے جس مسجد میں اذان ہو اس میں نماز پڑھنے کی تعلیم تھی (مسلم: ٦٥٤)۔

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ ہی سے مروی ایک روایت میں یوں ہے: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللّٰه غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ

عَلَى هَؤُلاَءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللّٰه شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ، إِلاَّ كَتَبَ اللّٰه لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهُ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلاَّ مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ». ”جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ کل آیندہ مسلمان بن کر اللہ سے ملے تو چاہئے کہ جہاں بھی ان نمازوں کی ادائیگی کے لئے اذان دی جائے وہاں پابندی سے انہیں ادا کرے، اللہ نے تمہارے نبی کے لئے ہدایت کے طریقے مشروع و مقرر فرمائے اور یہ نمازیں انہیں ہدایت کے طریقے میں سے ہیں اگر تم نے گھر میں پیچھے رہنے والے آدمی کی

طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو بلا شبہہ تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی، اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے، اور جو بھی آدمی اچھی طرح وضو کرے، اور مساجد میں سے کسی بھی مسجد میں آنے کا ارادہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک ایک نیکی لکھتا ہے، اور اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی ایک برائی مٹاتا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ان نمازوں سے جانا پہچانا منافق ہی پیچھے رہتا تھا، اور کبھی تو آدمی دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے لایا جاتا اور صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا" (مسلم: ٦٥٤)۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یوں ہے: «إِنَّ رَسُولَ اللَّه ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ».

"اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقوں کی تعلیم دی، اور ہدایت ہی کے طریقوں میں سے ہے کہ جس مسجد میں اذان دی جائے اس میں نماز باجماعت کی ادائیگی ہو"۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: أَنَّ رَجُلاً أَعْمَى قَال: يَا رَسُولَ اللّٰه! إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يُلاَئِمُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَهَلْ لِي رُخْصَةٌ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلاَةِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَجِبْ». ”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آکر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مسجد تک پہونچانے والا میرے پاس کوئی شخص نہیں ہے، تو کیا میرے لئے یہ رخصت ہے کہ میں فرض نماز اپنے گھر میں پڑھ لوں؟ تو نبی کریم ﷺ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت دے دی، پھر جب وہ واپس جانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں بلایا اور پوچھا: ”کیا اذان کی آواز سنتے ہو؟“ تو انہوں نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: ”پھر مسجد میں حاضری دو، یعنی نماز باجماعت ادا کرو“ (مسلم: ٦٥٣)۔

بہت ساری حدیثیں ہیں جو نماز باجماعت ادا کرنے کے وجوب پر اور ان مسجدوں میں نماز قائم کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں جن

مسجدوں میں اللہ نے اپنے نام کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، لہذا تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کا خوب اہتمام کریں، اس کے لئے پیش پیش رہیں، اور اپنی اولاد، اہل خانہ، ہمسایوں اور تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کریں تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے منع کردہ چیزوں سے بچاؤ ہو اور ان اہل نفاق کی شباہت سے دوری ہو جنہیں اللہ نے بہت بڑی مذموم صفت سے موسوم کیا ہے، ان صفات میں سے سب سے بدترین خصلت نماز سے انکی سستی و بے اعتنائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓا۟ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ سَبِيلًا ﴿١٤٣﴾﴾ [النساء: ١٤٢ -١٤٣] "بیشک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے

ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یوں ہی برائے نام کرتے ہیں وہ درمیان میں معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف، نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہی میں ڈال دے، تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا"۔

نماز باجماعت کی ادائیگی سے پیچھے رہنا کلی طور پر اس ترک کے اسباب میں عظیم سبب ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ نماز چھوڑنا کفر، گمراہی اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: «إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكَ الصَّلاَةِ». "آدمی کے درمیان اور کفر و شرک میں داخل ہونے کے درمیان حائل ترک نماز ہے" (مسلم: ۸۲)۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ الصَّلاَةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ».

"ہمارے اور انکے (منافق) درمیان نماز کا عہد وپیمان ہے، تو جس نے اسے ترک کردیا، یقینا اس نے کفر کردیا"۔ (ترمذی:۲٦۲۱) صحیح

شان نماز کی تعظیم: پابندی سے باجماعت اس کی ادائیگی کے وجوب اور شریعت کے مطابق اسے قائم کرلے، نیز ترک نماز سے بچنے پر قرآن کریم کی بہت سی آیتیں اور رسول اللہ ﷺ کی بہت سی حدیثیں آئی ہیں جو معروف ومشہور ہیں۔

ایک مسلمان پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اوقات نماز کا خیال کرتے ہوئے اس کی شدید پابندی کرے، کتاب وسنت کے مطابق اسے قائم کرے، اللہ کے گھروں (مساجد) میں باجماعت اپنے بھائیوں کے ساتھ اسے ادا کریں، اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول محمد ﷺ کی کامل حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور غضب الٰہی، اور اس کی دردناک سزاؤں سے بچاتے ہوئے یہ عبادت بجالائے۔

جب حق ظاہر ہو جائے اور اس کی دلیلیں آشکارا ہو جائیں تو ان کی باتوں کو نقل کر کے ٹال مٹول کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ [النساء: ٥٩] "اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے"۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ﴿ فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور: ٦٣] "جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے، یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے"۔

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ نماز باجماعت ادا کرنے میں خوب فائدے اور بے شمار مصلحتیں مضمر ہیں، ان میں جو سب سے واضح اور روشن فوائد ہیں، آپس میں تعارف، نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر باہمی تعارف حق بات کی تلقین اور اس پر صبر کرنے کی تاکید، پیچھے رہنے والوں کی تشجیع، ناواقف لوگوں کی تعلیم، منافقین سے غصہ و نفرت اور ان کی روش سے دوری، اللہ کے بندوں کے درمیان رسوم عبادت (شعائر) کا اظہار، قول و عمل کے ذریعہ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، یہ اور اس کے علاوہ بہت سے بے شمار فوائد ہیں۔

جس کام میں اللہ کی رضا اور دنیا و آخرت کے کاموں کی درستگی وبھلائی ہو اللہ اس کی ہمیں اور آپ سب کو اپنی توفیق سے سرفراز فرمائے، اور ہم سبھی کو نفس کی اور اعمال کی برائیوں نیز کفار و مشرکین کی مشابہت سے بچالے، وہ بڑا ہی سخی اور کریم ہے۔ وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ وسلم۔

نماز کی صفات سے متعلق غلطیاں

یہ درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

☆ قیام سے متعلق غلطیاں

☆ رکوع اور قومہ سے متعلق بعض غلطیاں

☆ سجدہ سے متعلق بعض غلطیاں

☆ قعدہ تشہد اور سلام سے متعلق چند غلطیاں

❊ ❊ ❊

نماز کی صفات و کیفیات میں غلطیوں کا بیان

یہ درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

☆ زبان سے نیت کرنا، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی اس کی ادئیگی کو واجب قرار دینا۔

☆ تکبیر، قرأت اور نماز کے جملہ اذکار میں زبان کو حرکت نہ دینا۔

قیام سے متعلق نمازیوں کی بعض غلطیاں

☆ تکبیر تحریمہ نیز رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا۔

☆ ہاتھوں کا ارسال کرنا، انھیں سینے یا اس سے نیچے اور ناف کے اوپر نہ رکھنا، قرأت فاتحہ سے قبل دعا استفتاح اور تعوذ کو ترک کرنا، سورہ فاتحہ مکرر پڑھنا، آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا مقام سجدہ کے بجائے کسی اور طرف دیکھنا، نماز میں آنکھیں بند رکھنا، نماز میں حرکت اور لایعنی فعل کا بکثرت ارتکاب کرنا۔

رکوع اور قومہ کی چند غلطیاں

(تعدیل ارکان نہ کرنا، رکوع اور قومہ میں طمانیت ترک کرنا، دائمی طور پر قنوت کا التزام اور بوقت نوازل اس کا ترک کرنا)

سجدے میں نمازیوں کی بعض غلطیاں

أعضائے سجدہ کو پورے طور پر زمین پر نہ رکھنا، سجدے میں عدم طمانیت ، سجدے کی کیفیت میں غلطیاں بعض أعضاء سجدہ کے کھولنے یا زمین یا اس کی کسی قسم پر بغیر حائل کے سجدہ کرنے کو واجب قرار دینا، مریض کے لئے سجدہ کرنے کی خاطر کسی شئ کو اوپر اٹھانا، سجدہ سہو میں "سبحان من لا یسھو ولا ینام" پڑھنا۔

قعدہ، تشہد اور سلام کی چند غلطیاں

(تشہد میں "السلام علیکم أیھا النبي" کہنے کی غلطی ، نماز میں تشہد یا درود شریف میں لفظ "سیدنا" کی زیادتی کرنا۔

تنبیہات: نماز میں انگشت شہادت کو حرکت دینے والے پر نکیر، تسلیم سے متعلق بعض غلطیاں)۔

زبان سے نیت کرنا، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی اس کی ادئیگی کو واجب قرار دینا

زبان سے نیت کرنا جملہ علماء اسلام کے نزدیک نہ واجب ہے نہ مستحب، بلکہ ایسا کرنے والا بدعتی اور شریعت کا مخالف ہے، اور اگر اس کا یہ عمل اس کی مشروعیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے ہے تو وہ جاہل، گمراہ اور مستحق تعزیر ہے، بصورت دیگر وہ اس شرط کے ساتھ سزا کا مستحق ہے کہ بیان و توضیح کے بعد بھی اس پر مصر ہو، بالخصوص جب وہ رفع صوت کے ذریعہ بغل والوں کو اذیت پہنچاتا ہو یا اسے بار بار انجام دیتا ہو۔

مختلف ممالک نیز مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے، جو اس کے سنت ہونے کا موقف رکھتا ہے وہ غلطی کا شکار ہے[(۱)]۔

درج ذیل احادیث اس امر پر دال ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلاةَ بِالتَّكْبِيرِ.ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا آغاز تکبیر سے کرتے تھے[(۲)]۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: زاد المعاد (۱/۱۹۴)، فتح القدیر شرح ہدایۃ (۱/۶۷_۲۶۶)، تلبس ابلیس (۱۹۲)، الانصاف للمرداوی (۱/۱۴۲)، السنن والمبتدعات للقشیری (ص:۲۵) مرعاۃ المفاتیح (۳/۸۶)، مجموع فتاوی شیخ ابن باز (۴/۲۰۴_۲۰۳)

(۲) صحیح مسلم (۱/۳۵۷) کتاب الصلاۃ: باب ما یجمع صفۃ الصلاۃ وما یفتتح بہ ویختتم بہ الخ (۴۹۸) سنن ابو داود (۱/۴۹۴) ابواب تفریع استفتاح الصلاۃ: باب من لم یر الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم (۷۸۳) سنن دارمی (۶/۱۵۶) کتاب الصلاۃ :باب افتتاح الصلاۃ (۱۳۴۸) مسند احمد (۶/۱۹۴، ۳۱)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْمُسِيِّ صَلاتَهُ عِنْدَ مَا قَالَ لَهُ عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَهُ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاةِ فَأَسْبِغْ الْوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلْ الْقِبْلَةَ؛ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنْ الْقُرْآنِ».

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں غلطی کرنے والے صحابی سے (جب انھوں نے آپ سے تعلیم کی درخوست کی) فرمایا: جب تم نماز کا ارادہ کرو تو پورے طور پر وضو کر لو، پھر قبلہ کا استقبال کرو، پھر تکبیر کہو، اس کے بعد قرآن سے جو کچھ میسر ہو پڑھو[1]۔

---

(۱) صحیح بخاری (۱۱/۳۶) کتاب الاستیذان : باب من رد فقال علیک السلام (۶۲۵۱) صحیح مسلم (۱/۲۹۸) کتاب الصلاۃ: باب وجوب الفاتحہ فی کل رکعۃ الخ (۳۹۷) سنن ابو داود (۱/۵۳۔۵۳۴) ابواب تفریع استفتاح الصلاۃ: باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود (۸۵۶) جامع ترمذی

عَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ.

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز کی ابتدا تکبیر سے کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا[1]

اس طرح کے نصوص نبی اکرم ﷺ سے بکثرت ثابت ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ آپ نے نماز کا آغاز تکبیر سے کیا، اور اس سے پہلے آپ نے کچھ نہیں کہا، اس کی تاکید علماء کے اس متفق علیہ قول سے بھی ہوتی ہے کہ زبان و قلب میں جب اختلاف ہو جائے تو اعتبار دل کے

(۱/۲۴۸_۲۴۹)کتاب الصلاۃ : باب ماجاء فی وصف الصلاۃ ،سنن نسائی (۲/۹۹)کتاب الافتتاح:باب فرض التکبیرۃ الاولی۔

(۱) صحیح بخاری (۲/۲۲۱)کتاب الاذان :باب الی این یرفع یدیہ (۷۳۸) سنن نسائی (۲/۹۳) کتاب الافتتاح : باب العمل فی افتتاح الصلاۃ ،سنن ابوداود(۱/۴۷۴)ابواب تفریع استفتاح الصلاۃ:باب افتتاح الصلاۃ(۷۴۱)

عمل کا ہو گا[1] پھر تلفظ بالنیۃ سے کیا فائدہ؟ جب کہ دل کے عمل سے اختلاف کی صورت میں اس کے عدم اعتبار پر اجماع ہو چکا ہے۔

اس مقام پر اس شخص کے تناقض کی طرف اشارہ مناسب ہے جو تلفظ بالنیۃ کو مستحب یا واجب قرار دینے کے ساتھ تکبیر سے اس کے اتصال کو واجب قرار دیتا ہے کیوں کہ وہ عین اس وقت جب اس کی زبان تکبیر کے ساتھ مشغول ہے نیت کا تلفظ کیسے کرے گا؟ یہ تو محال ہے۔

تکبیر، قرأت اور نماز کے جملہ اذکار میں زبان کو حرکت نہ دینا

نماز میں بالعموم صادر ہونے والی ایک غلطی:

تکبیر، قرأت اور اذکار میں زبان کو حرکت نہ دینا، بلکہ محض تدبر قلب پر اکتفا کرنا بھی ہے۔ گویا کہ نماز فقط افعال سے عبارت ہے، اقوال واذکار پر مشتمل نہیں۔ یہی موقف ابو بکر اصم اور سفیان بن عیینہ

---

(۱) ۲ موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی (۱۰۸۸)

کا ہے ان دونوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''بغیر تکبیر کے نماز کا آغاز درست ہے ''[۱]۔

اس کے بر خلاف جمہور اہل علم نے بصورت عدم عذر قرأت کی صحت کے لئے اس قدر آواز کو ضروری قرار دیاہے جسے قاری خود سن سکے [۲] مالکیہ کے نزدیک قرأت کے ذریعہ زبان کو حرکت دیناکافی ہے اختلاف سے بچتے ہوئے اولی یہی ہے کہ ایسی آواز ہو جسے خود سن سکے۔

ایک اہم فقہی غلطی:

سابقہ تفصیل سے اس فقہی رائے کی واضح طور پو تغلیط ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ساتھی یا قریبی کے پاس سونے کے بعد بحالت جنابت بیدار ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ مہمان کو شک میں

---

(۱) المجموع(۳/۲۵۱) البتہ اس میں سفیان بن عیینہ کے بجائے ''ابن علیہ ''کا ذکر ہے۔

(۲) المغنی لابن قدامہ (۲/۱۵۴)المجموع (۳/۳۶۱) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ(۱/۲۳۰)

ڈالنے سے بچتے ہوئے زبان سے کوئی کلمہ ادا کئے بغیر محض حرکات کے ذریعہ نماز پڑھ لے۔

قیام میں نمازیوں کی بعض غلطیاں

اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام کی حالت میں نمازیوں سے متعدد غلطیاں صادر ہوتی ہیں، کبھی وہ سنتوں کو ترک کرتے ہیں اور حق وصواب نیز نبی اکرم ﷺ کے طریقۂ نماز سے اعراض کرتے ہیں، تو کبھی مکروہات کا ارتکاب کرتے ہیں، انھیں سنت سمجھ کر یا آباء واجداد کی تقلید میں ایسا کرتے ہیں۔

یہ غلطیاں مندرجہ ذیل ہیں:

ا- تکبیر تحریمہ، رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین ترک کرنا

چنانچہ ان میں سے بعض تکبیر تحریمہ، رکوع، قومہ کے وقت تشہد اول سے اٹھنے کے بعد رفع یدین ترک کرتے ہیں جب کہ انھیں میں سے بعض اسے ایسے وقت میں انجام دیتے ہیں جب کہ رفع یدین

نماز کی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے مثلاً: نماز جنازہ کی تکبیرات اور نماز عیدین کی تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا۔ان میں سے بعض رکوع اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کے ترک پر بے بنیاد احادیث یا صحیح احادیث کو غلط مفہوم پر محمول کر کے استدلال کرتے ہیں[1] مثلاً یہ موضوع حدیث «مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلاةِ فَلا صَلاةَ لَهُ » ”جس نے نماز میں ہاتھ اٹھایا اس کی نماز نہیں“[2]۔

---

(۱) اس قسم کی احادیث و آثار اور ان پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی (۱/۲۲۱تا۲۲۳)

(۲) یہ حدیث موضوع ہے، اس کو علامہ ابن الجوزی نے "الموضوعات" "۲/۹۷) علامہ محمد طاہر پٹنی ہندی نے "تذکرۃ الموضوعات" (ص:۳۹) علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ (۲/۱۱) ابن حبان نے "کتاب المجروحین" (۳/۴۶) علامہ جورقانی نے "الاباطیل" (۳۹۰) علامہ ابن قیم نے "المنار المنیف" (۱۲۹) اور علامہ البانی نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (۵٦۸) میں ذکر کیا ہے۔

اس کی سند میں مامون بن احمد ہروی موجود ہے، جسے علامہ جورقانی نے "دجال من الدجاجلۃ، کذاب، وضاع، خبیث "ابن الجوزی نے "کذاب" ابن حبان

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طریقہ تھا کہ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے بھی دونوں کو اسی طرح اٹھاتے [١]۔

اس سنت کو تقریباً پچاس صحابہ کرام نے روایت کی ہے، جن میں عشرۂ مبشرہ بھی شامل ہیں [٢]۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حسن اور عبد بن ہلال نے فرمایا کہ تمام صحابۂ کرام رفع یدین کرتے تھے، ان دونوں نے کسی صحابہ کی کوئی

نے "دجال من الدجالین" اور علامہ البانی نے "دجال یضع الحدیث" کہا ہے، علامہ ذہبی اور ابن قیم نے بھی اسے "وضاع" قرار دیا ہے۔

(١) صحیح بخاری (٢/١٩-١٨ ٢) کتاب الأذان: باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الافتتاح سواء (٧٣٥) و باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع (٧٣٦،٧٣٧)، صحیح مسلم (١/ ٩٣ - ٢٩٢) کتاب الصلاۃ: باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبنین مع تکبیرۃ الاحرام الخ (٣٩٠،٣٩١)

(٢) اس امر کی صراحت علامہ عراقی نے "تقریب الاسانید" میں فرمائی ہے، ملاحظہ ہو: طرح التثریب فی شرح التقریب (٢/ ٢٥٤)۔

تخصیص نہیں کی[1] یہ سنت نبویہ متواتر ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے صراحت کی ہے[2]۔

رفع یدین کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگلیاں پھیلا کر رکھی جائیں، ان کے درمیان فصل نہ کیا جائے اور نہ ان کو سمیٹا جائے[3]۔

نبی اکرم ﷺ دونوں ہاتھ کبھی مونڈوں تک اور کبھی کان کے اوپری حصے تک لے جاتے تھے[1]۔ نیز رفع یدین کبھی تکبیر کے ساتھ،

---

(۱) تلخیص الحبیر (۱/۲۳۳) بحوالہ جزء رفع الیدین للبخاری۔

(۲) اس سلسلے میں علامہ ذہبی کا قول مجھے نہیں مل سکا، البتہ علامہ سیوطی نے "الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ" میں اس کی صراحت کی ہے، ملاحظہ ہو: مرعاۃ المفاتیح (۳/۵۰)

(۳) یہی موقف جمہور اہل علم کا ہے اور یہی موقف قوی ہے۔ انگلیوں کے درمیان فصل کرنے کا موقف جسے بعض فقہاء نے اختیار کیا ہے مرجوح ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: المغنی (۲/ ۱۳۸) نیل الاوطار (۲/ ۱۸۲) تحفۃ الاحوذی (۱/۲۰۰)

کبھی اس کے بعد اور کبھی اس سے پہلے کرتے تھے[٢] اس تفصیل سے اس شخص کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو دعا کی کیفیت پر رفع یدین کرتا ہے۔

٢-ہاتھوں کا ارسال کرنا یعنی انھیں سینہ پر یا سینہ اور ناف کے درمیان باندھنے کے بجائے چھوڑے رکھنا

---

(١) مونڈھوں تک اٹھانے کا ثبوت ابن عمر کی متفق علیہ روایت اور ابو داود (١/٥٨٩،٧٦٧) ترمذی (١/٢٤٩)اور ابن ماجہ (١/ ٣٣٧) میں مروی ابو حمید ساعدی کی روایت میں ہے، اور کان کے اوپری حصے تک اٹھانے کا ثبوت صحیح مسلم (١/ ٣٠١،٢٩٣) میں مروی وائل بن حجر اور مالک بن حویرث کی روایت میں ہے۔

(٢) تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کا ثبوت وائل بن حجر کی روایت میں ہے، جو سنن ابو داود (١/ ٤٦٥) کتاب الصلاۃ: باب رفع الیدین فی الصلاۃ (٧٢٥) میں مروی ہے اور تکبیر کے بعد اور اس سے پہلے رفع یدین کرنے کا ثبوت علی الترتیب مالک بن حویرث اور ابن عمر کی روایت میں ہے، ان دونوں کی تخریج امام مسلم نے صحیح (١/٢٩٢-٢٩٣) کتاب الصلاۃ: باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین (٣٩١،٣٠٩) میں کی ہے۔

[نمازی کا نماز کی حالت قیام میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ضروری ہے، صحیح بخاری میں ہے]:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ.

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے[1]۔

اور سنن بیہقی میں ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّا مَعْشَرَ الأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُوَخِّرَ سُحُورَنَا

---

(۱) صحیح بخاری (۲/ ۲۲۴) کتاب الاذان: باب وضع الیمنی علی الیسری (۷۴۰) مؤطا مالک (ص:۵۵۔۵۶) باب وضع الیدین احداھما علی الاخری فی الصلاۃ، سنن کبری (۲/ ۴۴) کتاب الصلاۃ: باب وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ (۲۳۲۶)

وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا ، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلَى شَمَائِلِنَا فِي صَلاتِنَا».

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیا کی جماعت کو حکم دیا گیا کہ سحری میں تاخیر کریں اور افطار میں تعجیل، اور نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں[1]۔

ان دونوں حدیثوں سے ارسال کرنے والوں کی غلطی مبرہن ہو جاتی ہے، کیوں کہ دائیں کو بائیں پر رکھنا ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سابق انبیائے کرام کا طریقہ ہے[2] نیز سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سینے پر اور داہنے ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو پر رکھا جائے۔

---

(۱) سنن کبری (۲/ ۴۴) کتاب الصلاۃ: باب وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ (۲۳۲۹)

(۲) ارسال کا موقف امام مالک کی طرف بھی منسوب ہے، لیکن یہ مدونہ کی عبارت کے فہم میں ان کے خلاف غلط بیانی ہے نیز مؤطا میں ان کی صراحت کے خلاف ہے، اس حقیقت کو مالکیہ اور دیگر علماء کی ایک جماعت نے مستقل تالیفات (جو

عَنْ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍقَالَ: لأَنْظُرَنَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي؛ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ؛ فَقَامَ؛ فَكَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ ضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت دیکھوں گا، فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ کان کے برابر اٹھائے، پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو پر رکھا[1]۔

شروح ومطولات میں ضمنی مباحث کے علاوہ تقریبا تیس کتابوں پر مشتمل ہیں) میں بے نقاب کیا ہے، جیسا کہ شیخ بکر ابو زید نے اپنی کتاب "التعالیم" (ص:١٠٠) میں صراحت کی ہے۔(مؤلف)

(١) سنن نسائی (٢/ ٩٧-٩٨) کتاب الافتتاح: باب موضع الیمین من الشمال فی الصلاة، سنن ابو داود (١/ ٤٦٥-٤٦٦) ابواب تفریع استفتاح الصلاة: باب افتتاح الصلاة (٧٢٦،٧٢٧)، سنن کبری (٢/ ٤٣) کتاب الصلاة: باب وضع

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور اس کی کلائی و بازو پر رکھا اور آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بسا اوقات آپ داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے تھے [1]۔ یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ ایک سے دوسرے کو پکڑنا سنت ہے اور پہلی حدیث کے

الید الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ (۲۳۲۳)، مسند احمد (۳۱۸/۴)، سنن دارمی (۱۷۲/۲) کتاب الصلاۃ: باب قبض الیمین علی الشمال فی الصلاۃ (۱۳۵۳)۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، علامہ نووی، حافظ ابن قیم اور علامہ البانی نے صراحت کی ہے، ملاحظہ ہو: ارواء الغلیل (۲/ ٦٩) صحیح ابو داود ۱/ ۱۴۰) صحیح نسائی (۱/ ۱۹۴)۔

(۱) سنن نسائی (۲/ ۹۷) کتاب الافتتاح :باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ، سنن کبریٰ (۲/ ۴۳) کتاب الصلاۃ: باب وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ (۲۳۲۴) ، سنن ابن ماجہ (۱/ ۲٦٦) کتاب اقامۃ الصلاۃ الخ: باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ (۸۱۰،۸۰۹)۔

مطابق ایک پر دوسرے کو رکھنا سنت ہے، لہذا ہر ایک سنت ہے[۱]۔
بعض نمازیوں کی ایک غلطی مذکورہ دونوں سنتوں کو بیک وقت اختیار کرنا بھی ہے، بایں صورت کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس کی کلائی کو خنصر اور انگوٹھے سے پکڑتے ہوئے رکھا جائے اور تینوں انگلیاں پھیلا کر رکھی جائیں، جیسا کہ بعض متأخرین کی کتابوں میں مذکور ہے[۲]۔

---

(۱) البتہ پہلی حدیث قولی ہے، نیز اس باب میں وارد احادیث میں سب سے صحیح ہے، نیز دوسری فعلی احادیث اس کی موافقت میں وارد ہیں اس لئے اس کے مطابق ایک کو دوسرے پر رکھنا ہی اولی ہے۔

(۲) اس کیفیت کو بعض علماء نے دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کی خاطر اختیار کیا ہے، صاحب مرعاۃ ان کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں" تطبیق کے لئے اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ تطبیق کی ضرورت تعارض کے بعد ہوتی ہے، اور تعارض یہاں مفقود ہے کیوں کہ مختلف وقتوں میں ان دونوں کا صدور عین ممکن ہے" مرعاۃ المفاتیح (۳/ ۶۰)

ان کی ایک غلطی دونوں ہاتھوں کو الٹ کر رکھنا بھی ہے، ان میں سے بعض کا عقیدہ ہے کہ یہ کثرت خشوع کا باعث ہے حالانکہ یہ مذکورہ طریقہ نبوی کے مخالف ہے۔

۳- قرأت فاتحہ سے قبل دعاء استفتاح اور تعوذ کو ترک کرنا

بیشتر نمازی لوگ نماز میں دعائے استفتاح اور تعوذ کو ترک کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں نماز کے مستحبات میں سے ہے [(۱)]۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ فَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ﴾ [النحل: ٩٨]. "قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو" کے عموم کے پیش نظر ہر رکعت میں

---

(۱) مؤلف کی طرح اکثر اہل علم نے تعوذ کو مستحب ہی قرار دیا ہے، ان لوگوں نے مذکورہ آیت کریمہ میں امر کو ندب پر محمول کیا ہے۔ لیکن آیت کے ظاہری مفہوم سے وجوب کا تعین ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس مقام پر کوئی قرینہ صارفہ نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

تعوذ کی مشروعیت ہی زیادہ واضح ہے ،یہی شوافع کا صحیح ترین مذہب ہے[۱] اور اسی کو حافظ ابن حزم نے راجح قرار دیا ہے[۲]۔

۴-سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھنا

مکمل سورۃ فاتحہ یا اس کے بعض حصے کو مکرر پڑھنا نمازی کے لیے مکروہ ہے۔اس لئے کہ یہ نہ تو آپ ﷺ سے منقول ہے نہ آپ ﷺ کے صحابہ سے،یہی موقف بشمول ائمہ اربعہ جمہور اہل علم کا ہے۔البتہ اس کے باعث نماز کا بطلان مختلف فیہ ہے، میرے علم کی حد

---

(۱) المجموع(۳/ ۲۸۰۔۲۸۱)

(۲) المحلی(۳/ ۲۴۷)۔اس سلسلے میں اہل علم کا دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ہی تعوذ کفایت کر جائے گا اسی کو عطاء ، حسن بصری، نخعی ،ثوری ،ابو حنیفہ اور احمد (ایک قول کے مطابق)نے اختیار کیا ہے،اسی موقف کو حافظ ابن قیم نے راجح قرار دیا ہے اور صاحب نیل و صاحب مرعاۃ نے ان کے اس موقف کو ذکر کر کے اس پر سکوت اختیار کیا ہے ،انھوں نے جو وجہ ترجیح پیش کی ہے اس میں خاصی قوت ہے اس لئے ایک پر اکتفا کرنا درست تو ہے لیکن احوط وہی ہے جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

تک اس کی کوئی دلیل نہیں. اور اگر اس کی تکرار سھواًہو تو حنفیہ و شوافع کے نزدیک اس پر سجدہ سہو لازم ہے[۱]۔ شوافع کے نزدیک عمد کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک بصورت عمد وہ گنہگار ہو گا اور اس کی تلافی کے لئے نماز کا اعادہ اس پر لازم ہو گا۔ مالکیہ کے نزدیک عمداً تکرار حرام ہے۔ البتہ اس سے نماز باطل نہیں ہو گی اور اگر سہواً مکرر کیا ہے تو سجدہ سہو کرے گا[۲]۔ غالباً یہی موقف راجح ہے۔

۵- آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا اس کو مقام سجدہ کے بجائے کہیں اور رکھنا

بعض نمازیوں کی ایک غلطی:

آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا سامنے یا دائیں اور بائیں دیکھنا بھی ہے، جو سہو اور وسوسہ کا باعث ہے، جب کہ نگاہ کو جھکانے اور مقام سجدہ

(۱) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ (۱/ ۴۵۵) (اس میں صرف حنفیہ کا ذکر ہے)۔
(۲) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ (۱/ ۴۵۸)۔

کو دیکھنے کا حکم ہے۔ البتہ تشہد کی بیٹھک اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ اس میں نگاہ انگشت شہادت کے ذریعہ ہونے والے اشارہ پر ہو گی نہ کہ کہیں اور، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے طریقۂ نماز میں ثابت ہے: «لا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إشَارَتَهُ» آپ ﷺ کی نگاہ آپ ﷺ کے (انگلی کے) اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی[1]۔

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ الالْتِفَاتِ فِي الصَّلاةِ فَقَالَ: «هُوَ اخْتِلاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلاةِ الْعَبْدِ».

---

(۱) سنن نسائی (۳/ ۳۳-۳۴) کتاب السہو: باب موضع البصر عند الاشارۃ، سنن ابوداود (۱/ ۶۰۴) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب الاشارۃ فی التشہد (۹۹۰) مسند احمد (۴/ ۳)۔ علامہ البانی نے حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے" صحیح سنن نسائی" (۱/ ۲۷۲) صحیح سنن ابوداود (۱/ ۱۸۶)۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ شیطان کی جھپٹ ہے جسے وہ آدمی کی نماز پر مارتا ہے"[۱]۔

عَنْ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلاتِهِمْ؛ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ: لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ».

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کچھ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ نماز میں اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟

(۱) صحیح بخاری (۲/ ۲۴۳) کتاب الاذان: باب الالتفات فی الصلاۃ (۷۵۱) جامع ترمذی (۱/ ۴۰۶) ابواب الصلاۃ: باب ما ذکر من الالتفات فی الصلاۃ، سنن ابوداود (۱/ ۵۶۰) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب الالتفات فی الصلاۃ (۹۱۰) سنن نسائی (۳/ ۸) کتاب السہو: بالتشدید فی الالتفات فی الصلاۃ، مسند احمد (۶/ ۱۰۶)۔

پھر آپ کی بات شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ فرمایا: وہ لوگ اس سے باز آجائیں، ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی‘‘[1]۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلاةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ».

(۱) صحیح بخاری (۲/ ۲۳۳) کتاب الاذان : باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۷۵۰) سنن ابو داود (۱/ ۵۶۱-۵۶۲) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب النظر فی الصلاۃ (۹۱۳) سنن نسائی (۳/۷) کتاب السہو: باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، سنن ابن ماجہ (۱/ ۳۳۲) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب الخشوع فی الصلاۃ (۱۰۴۴) سنن دارمی (۲/ ۲۸۳) کتاب الصلاۃ: باب کراہیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۱۴۱۷) سنن کبری (۲/ ۴۰۱) کتاب الصلاۃ: باب کراہیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۳۵۳۶) مسند احمد (۳/ ۲۵۸، ۱۴۰، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۲، ۱۰۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی“[۱]۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلاةِ أَوْ لا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ».

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں وہ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ وہ ان کی طرف نہیں لوٹیں گی“[۲]۔

---

(۱) صحیح مسلم (۱/۳۲۱) کتاب الصلاۃ: باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۴۲۹) مسند احمد (۲/۳۶۷،۳۳۳) نسائی (۳/۳۴)

(۲) صحیح مسلم (۱/۳۲۱) کتاب الصلاۃ: باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۴۲۸) سنن ابو داود (۱/۵۶۱) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب النظر فی الصلاۃ (۹۱۲)، سنن ابن ماجہ (۱/۳۳۲) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب

ان احادیث میں نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی تاکیدی ممانعت اور اس پر سخت وعید ہے۔ نیز اس کے ممنوع ہونے پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح پہلی حدیث کی بنیاد پر نماز میں بلاضرورت التفات بھی مکروہ ہے۔ البتہ اس سے نماز باطل نہیں ہو گی الا یہ کہ نمازی اپنے پورے جسم کے ساتھ قبلہ سے گھوم جائے یا اس کا استدبار کر لے۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جمہور فقہا کا موقف ہے کہ معمولی التفات مفسد صلاۃ نہیں۔

الخشوع فی الصلاۃ (۱۰۴۵) سنن دارمی (۲۸۲/٦) کتاب الصلاۃ: باب کراہیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۱۴۱٦) سنن کبریٰ (۴۰۱/۲) کتاب الصلاۃ: باب کراہیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ (۳۵۳۸)۔

۶-نماز میں آنکھیں بند رکھنا

امام ابن القیم فرماتے ہیں کہ نماز میں آنکھیں بند رکھنا نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں ہے، یہ بات تو گزر چکی ہے کہ تشہد میں دعا کرتے ہوئے اپنی آنکھ انگلی کی طرف رکھتے تھے، اور آپ کی نگاہ آپ کے اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی[۱]۔

۷-نماز میں حرکت اور لایعنی چیزوں کا بکثرت ارتکاب

نمازیوں کی ایک غلطی ایسی زائد حرکت بھی ہے جس کے سوا کھیل کود اور نماز کے خشوع و خضوع سے اعراض کے کچھ حاصل نہیں مثلاً: انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا، ناخن صاف کرنا، دونوں پاؤں کو مسلسل حرکت دینا، عمامہ یا عقال درست کرنا، گھڑی دیکھنا، تہبند باندھنا، ایک جانب سے دوسری جانب بکثرت مائل ہونا اور اس طرح کی دوسری چیزیں جو نماز کا ثواب ختم کرتی ہیں۔

---

(۱) زاد المعاد ۱/ ۲۸۳)

خشوع و خضوع نماز کا مغز اور اس کی روح ہے، لہذا اس کا اہتمام اور اس پر حرص ہی ایک مومن کے شایان شان ہے۔

جو حرکت نماز کو باطل کرنے والی ہے اس کی تحدید تین حرکتوں کے ذریعہ کرنا اس پر کوئی دلیل نہیں کیوں کہ یہ نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں۔ بلکہ بعض اہل علم کا قول ہے، جس پر کوئی قابل اعتماد دلیل موجود نہیں۔ البتہ نماز میں لایعنی چیزوں کا ارتکاب مثلاً: ناک کھجلانے کی خاطر ہاتھ کو حرکت دینا، داڑھی اور کپڑے سے کھیل کرنا اور اسی میں مشغول رہنا مکروہ ہے۔ اور جب یہ عمل زیادہ اور پے در پے ہو جائے تو نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن اگر عرف عام کے مطابق قلیل ہو یا کثیر ہو لیکن متفرق ہو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ البتہ ایک مومن کے لیے بہر حال مشروع یہی ہے کہ کامل و مکمل نماز کی حرص میں خشوع پر مداومت برتے اور لہو ولغو سے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اجتناب کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے کچھ لوگوں کو نماز میں اپنے ہاتھوں سے کھیل کرتے اور انھیں بلاوجہ حرکت دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: «مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ أُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ». ''میں تمھیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑں کی دم ہیں، تم لوگ نماز میں کوئی حرکت نہ کیا کرو''[۱]۔

اس حدیث میں نماز میں حرکت نہ کرنے، اس میں خشوع اختیار کرنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی نمایاں ہو جاتی ہے جو قیام میں بلا ضرورت و سبب مصحف لے کر امام کی قرأت کی متابعت کرتے ہیں، جب کہ اس فعل کے بعض

---

(۱) صحیح مسلم(۱/۳۲۲) کتاب الصلاۃ: باب الامر بالسکون فی الصلاۃ والنہی عن العشارۃ بالید الخ (۴۰۳) سنن ابی داود (۱/۶۸۰) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب فی السلام(۱۰۰۰)، سنن نسائی(۳/۵) کتاب السہو: باب السلام بالایدی فی الصلاۃ، مسند احمد(۵/۱۰۷، ۱۰۲، ۱۰۱، ۸۸، ۸۶)

مرتکبین مصحف دیکھ کر بھی صحیح ڈھنگ سے قرأت نہیں کرسکتے، اور اگر وہ امام پر رد یا اسے لقمہ دینے میں کامیاب ہو گئے تو ان کے اندر جو خود پسندی آتی ہے وہ اس پر مستزاد ہے، دوری ہو ایسے طریقے کو۔

رکوع اور قومہ کی چند غلطیاں

بیشتر نمازی رکوع اور اس سے اٹھتے وقت متعدد مخالفتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ان کا یہ فعل ان امور پر تنبیہ کا متقاضی ہے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ ان میں سے بعض کا تعلق ارکان اور واجبات سے ہے مخالفت کی وہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱-ارکان کو اذکار سے خالی رکھنا

جمہور اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے کہ نمازی ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے اس کے مشروع اذکار کو ان کے محل سے مؤخر کرے، بایں صورت کی رکوع کی تکمیل کے بعد اس

کی تکبیر کہے اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے، کیوں کہ ان کے نزدیک کسی بھی رکن کو اس کے ذکر سے آباد کرنا مشروع ہے [1]۔

جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنْ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ و قَالَ بعض الرواة: وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنْ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.

---

(۱) الفقہ علی المذاہب الأربعۃ (۱/۲۷۷)، الفقہ الاسلامی وادلتہ (۱/۷۸۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے، پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے جب رکوع سے اپنی پشت اٹھاتے پھر یوں ہی کھڑے کھڑے "ربنالک الحمد" کہتے، بعض رواۃ نے "ولک الحمد" (یعنی واو کی زیادتی کے ساتھ) کہا ہے، جب سجدہ کے لئے جھکتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی تکبیر کہتے، پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر اسی طرح اپنی پوری نماز (ہر رکعت) میں کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھ کر اٹھتے اس وقت بھی "اللہ اکبر" کہتے[1]۔

---

(۱) صحیح بخاری (۲/۲۷۵) کتاب الاذان :باب التکبیر اذا قام من السجود (۷۸۹)، صحیح مسلم (۱/۹۴۔۲۹۳) کتاب الصلاۃ : باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاۃ الارفعہ من الرکوع فیقول فیہ و سمع اللہ لمن حمدہ (۳۹۲) سنن ابوداود (۱/۵۲۳) تفریع ابواب استفتاح الصلاۃ : باب تمام التکبیر (۸۳۶) سنن نسائی (۲/۱۴۱) کتاب الافتتاح: باب التکبیر للرکوع، سنن دارمی

۲-ارکان کو اذکار سے آباد نہ کرنے میں نمازیوں کی ایک غلطی وہ ہے جس کی صراحت امام نووی نے کی ہے، وہ رسول اکرم ﷺ کا فعل کہ آپ جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو "ربنا ولک الحمد" کہتے تھے اور آپ کا قول: مجھے جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو ویسے ہی نماز پڑھو، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

سابقہ دلائل کے ساتھ یہ بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہر نمازی (خواہ وہ امام ہو یا مقتدی) ان دونوں اذکار کو اختیار کرے گا، اس لیے کہ یہ ایسا ذکر ہے جو امام کے لئے مستحب ہے تو غیر امام کے لئے بھی مستحب ہو گا جیسا کہ رکوع کی تسبیح وغیرہ۔ نیز نماز کی بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ اس کے کسی بھی حصے میں ذکر سے فتور نہ پایا جائے۔ پس اگر

(۶/ ۱۸۵) کتاب الصلاۃ: باب التکبیر عند کل خفض و رفع (۱۳۶۰) مسند احمد (۲/ ۴۵۴، ۲۷۰)

رکوع سے اٹھتے وقت اور سیدھا کھڑا ہونے پر دونوں اذکار کا اہتمام نہیں کیا گیا تو ایک حالت ذکر سے خالی رہ جائے گی[1]۔

۳-رکوع اور قومہ میں عدم طمانیت

عَنْ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ: رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلا لا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ: مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَيْهَا.

---

(۱) المجموع (۳/۳۹۳)۔ مذکورہ امر کو اخطاء میں شامل کرنا درست نہیں، اس لئے کہ اس مختلف فیہ مسئلہ میں اقرب الی الصواب موقف وہی ہے جسے امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد نے اختیار کیا ہے، یعنی مقتدی صرف "ربنا ولک الحمد" پر اکتفاء کرے گا، اس لئے کہ مقتدی کے لئے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، جیسا کہ صاحب فتح اور صاحب مرعاۃ نے صراحت کی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۲/ ۲۸۳-۲۸۴) مرعاۃ المفاتیح (۳/۱۸۸تا۱۹۰)

زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ پوری طرح رکوع وسجدہ نہیں کر رہا تھا انھوں نے اس سے کہا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اس حالت میں مر گئے تو تمھاری موت اس طریقے پر نہیں ہوگی جس پر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا(۱)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ؛ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِ ﷺ؛ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلامُ؛ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ -ثلاثا -» فقال: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ؛ فعَلِّمْنِي. قَالَ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاةِ؛ فَأَسْبِغْ الْوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلْ الْقِبْلَةَ؛ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنْ الْقُرآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ

---

(۱) صحیح بخاری (۲/۴ ۲۷ـ۲۷۵) کتاب الاذان : باب اذا لم یتم الرکوع والسجود (۷۹۱) مسند احمد (۵/۳۹۶،۳۷۶،۳۱۰)

رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تعتدل قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک شخص داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی، پھر آکر آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، جب آپ نے تیسری بار بھی یہی کہا تو وہ شخص بولا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا، مجھے سکھا دیجئے! آپ نے فرمایا: جب تم نماز کا اردہ کرو تو کامل وضو کرو، پھر قبلہ کا استقبال کر کے تکبیر کہو، پھر قرآن سے جو کچھ میسر ہو پڑھو، پھر تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر اٹھ کر سیدھا کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر تم سجدہ سے اٹھکر

اطمینان سے بیٹھ جائو، پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے کرو، پھر اپنی پوری نماز (تمام رکعتوں) میں اسی طرح کرو[1]۔

علماء کا قول ہے: رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ میں سے کوئی بھی اس وقت تک کفایت نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں اعتدال نہ پایا جائے۔

مذکورہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ طمانیت واجب ہے اور جس نے اسے ترک کر دیا اس نے مامور بہ کی تعمیل نہیں کی، بنابریں وہ حکم اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ نیز رکوع میں طمانیت اور قومہ میں اعتدال سے متعلق حکم نبوی پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ رکوع سے سر اٹھانے میں طمانیت اس وقت تک کافی نہیں جب تک کہ قیام میں اعتدال نہ پایا جائے، لہذا نمازی صرف رکوع سے سر اٹھانے پر اکتفا نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسے کامل طریقے پر انجام دے گا، یعنی قیام میں اعتدال بھی پایا جائے۔

---

(۱) صحیح البخاری (۷۵۷، ۷۹۳)، صحیح مسلم (۳۹۷)۔

رکوع سے اٹھنے کے بعد اعتدال کے وجوب پر متعدد صحیح احادیث وارد ہیں مثلاً:

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لا تُجْزِئُ صَلاةُ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کی نماز اس وقت تک کفایت نہیں کر سکتی جب تک وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہ کرے“[1]۔

(۱) سنن ابوداود (۱/۵۳۳-۵۳۴) تفریع ابواب استفتاح الصلاۃ: باب صلاۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود (۸۵۵) سنن نسائی (۲/۱۴۳) کتاب الافتتاح: باب اقامۃ الصلب فی الرکوع، جامع ترمذی (۱/۲۲۶) ابواب الصلاۃ: باب ما جاء فی من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، صحیح ابن خزیمہ (۵۹۱، ۵۹۲، ۶۶۶) صحیح ابن حبان (۱۸۹۲)۔ حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ ترمذی اور البانی وغیرہ نے صراحت کی ہے صحیح ابوداود (۱/۱۶۱)

یہ حدیث اس امر پر نص صریح ہے کہ رکوع اور سجدہ سے سر اٹھانا، اس میں اعتدال اور طمانیت اختیار کرنا ایسا رکن ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے نماز کے چور کو مال کے چور سے بد تر قرار دیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث صراحت کرتی ہے:

عَنْ اَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أسْوأ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلاتِهِ، لا يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَلا سُجُو دَهَا وَلا خُشُوعَهَا» أو قال: «لا يُقِيْمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے یعنی وہ اس کے رکوع، سجدہ اور خشوع کو مکمل

نہیں کرتا یا فرمایا: وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی ریڑھ کی ہڈی سیدھی نہیں کرتا[1]۔

نبی اکرم ﷺ نے نمازی کو نماز میں چونچ مارنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے بتایا کہ یہ منافقین کی نماز ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبْعِ، وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ.

عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کوے کی طرح چونچ مارنے، درندے کی طرح بازو بچھانے اور اس بات

(۱) مسند احمد (۵/۳۱۰) صحیح ابن حبان (۵/۲۰۹) کتاب الصلاۃ: باب صفۃ الصلاۃ (۱۸۸۸) معجم کبیر (۳/۲۷۳) (۳۲۸۳) مستدرک حاکم (۱/۲۲۹) سنن دارمی (۶/۳۲۲) کتاب الصلاۃ: باب فی الذی لایتم الرکوع والسجود (۱۴۴۴)

سے منع فرمایا کہ آدمی مسجد میں ایک جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ مقرر کرلیتا ہے[۱]۔

۴- نمازیوں کی ایک غلطی: قومہ کی دعا" ربنا ولک الحمد "میں لفظ "والشکر" کی زیادتی بھی ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔

۵- فجر کی نماز میں قنوت پر مداومت اور نوازل میں اس کا ترک

دائمی طور پر قنوت کی مشروعیت کے قائلین نے انس رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث پر اعتماد کیا ہے: «مَا زَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْنُتُ فِي الصُبْحِ حَتىَّ فَارَقَ الدُنْيَا». "نبی اکرم ﷺ برابر صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے "[۲]۔

---

(۱) سنن ابو داود (۸۶۳)، سنن النسائی (۱۱۱۱) علامہ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو: الصحیحۃ (۱۱۶۸)۔

(۲) مسند احمد (۳/ ۱۶۲) سنن کبریٰ (۲/۲۸۷) کتاب الصلاۃ: باب الدلیل علی انہ لم یترک اصل القنوت فی صلاۃ الصبح الخ (۳۱۰۵،۳۱۰۴) سنن دار قطنی

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں، کیوں کہ اس کا دارومدار ابو جعفر راضی پر ہے، اس کے متعلق امام ابن المدینی فرماتے ہیں: وہ اختلاط کا شکار تھا" ابو زرعہ فرماتے ہیں" اسے بہت زیادہ وہم ہوتا تھا" ابن حبان فرماتے ہیں: "مشہور رواۃ سے منکر احادیث منفر دا روایت کرتا تھا"[۱]۔ اور کوئی ایسی حدیث قطعا قابل احتجاج نہیں ہو سکتی جس کی روایت میں اس طرح کا راوی منفرد ہو۔ البتہ اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ اس متعین قنوت پر دلیل نہیں بن سکتی، اس لئے کہ اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ قنوت سے دعاء قنوت مراد ہے، کیوں کہ قنوت کا اطلاق قیام، سکوت، عبادت میں دوام، دعا، تسبیح، خشوع تمام پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۲/۳۹) کتاب الوتر: باب صفة القنوت وبیان موضعه، شرح معانی الآثار (۱۴۳)۔ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ مؤلف نے صراحت کی ہے

(۱) تہذیب التہذیب (۱۲/۵۷)

﴿ وَلَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ كُلّٞ لَّهُۥ قَٰنِتُونَ ﴾ [الروم: ٢٦]. "اور زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ أَمَّنۡ هُوَ قَٰنِتٌ ءَانَآءَ ٱلَّيۡلِ سَاجِدًا وَقَآئِمًا يَحۡذَرُ ٱلۡأٓخِرَةَ وَيَرۡجُواْ رَحۡمَةَ رَبِّهِۦۗ ﴾ [الزمر: ٩].

"بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو"۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے: ﴿وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِۦ وَكَانَتۡ مِنَ ٱلۡقَٰنِتِينَ ﴾ [التحريم: ١٢].

"اور (مریم) اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور عبادت گزاروں میں سے تھی"۔زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قول الہی:

﴿وَقُومُواْ لِلَّهِ قَـٰنِتِينَ﴾ [البقرة: ٢٣٨].

”اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو“ نازل ہوئی تو ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا اور کلام سے منع کر دیا گیا[1]۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جب فقہاء اور اکثر اہل علم کی لغت میں قنوت کا اطلاق اس مشہور دعاء ”اللهم اهدني فيمن هديت“ پر ہونے لگا اور انھوں نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ آخری دم تک فجر کی نماز

---

(۱) صحیح بخاری (۳/ ۲۷۔۳۷) کتاب العمل فی الصلاۃ: باب ماینہی من الکلام فی الصلاۃ (۱۲۰۰) تفسیر سورہ بقرہ: باب وقوموا للہ قانتین، صحیح مسلم (۱/ ۳۸۳) کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ماکان من اباحتہ (۵۳۹) جامع ترمذی (۱/ ۳۱۲) ابواب الصلاۃ؛ باب فی نسخ الکلام فی الصلاۃ، سنن ابوداود (۱/ ۵۸۳) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب النہی عن الکلام فی الصلاۃ (۹۴۹) سنن نسائی (۳/ ۱۶) کتاب السہو: باب الکلام فی الصلاۃ۔

* زاد المعاد (۱/ ۲۶۷۔۲۶۸)

میں قنوت پڑھتے رہے، نیز آپ کے بعد خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کا یہی عمل رہا تو انھوں نے صحابہ کرام کے یہاں مستعمل لفظ قنوت کو اپنے اصطلاحی قنوت پر محمول کر لیا، پھر ایسے لوگ فقہ و فتاوی کے افق پر نمودار ہوئے جو دوسرے معانی سے نابلد تھے لہذا انھیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام صبح کی نماز میں اسی قنوت پر مداومت برتتے تھے۔ یہی وہ امر ہے جس میں جمہور اہل علم نے ان سے اختلاف کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا دائمی فعل نہیں تھا۔ بلکہ آپ سے یہ عمل ثابت ہی نہیں ہے[1]۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ قنوت نازلہ کی مشروعیت پر صراحتا دلالت کرنے والی صحیح احادیث متروک العمل ہیں اور فجر کی نماز میں دائمی قنوت کے سلسلے میں غیر ثابت شدہ حدیث معمول بہ ہے۔

---

(۱) زاد المعاد (۱/ ۲۷۴)۔

٦-ان ادوار میں مسلمانوں پر ان کے دینی و دنیاوی امور میں مصائب کی حد درجہ کثرت کے باوجود ان کے لئے قنوت نوازل کو ترک کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ باہمی انتشار اور ایک دوسرے کے تعاون (حتی کہ نماز میں دعاء کے ذریعہ بھی) سے اعراض کے باعث اپنے ہی ممالک میں اجنبی سے ہو گئے ہیں اور ان میں رسوخ دوسروں کا ہو چکا ہے۔ مسلمانوں پر مصائب کے وقت ان کے لئے دعااور ان کے دشمنوں پر بد دعا پر مشتمل قنوت تمام نمازوں کی آخری رکعت میں "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنے کے بعد نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «قَنَتَ رَسُو لُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوعَلَى حَيئٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ».

رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک قنوت پڑھی جس میں عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے پھر آپ نے ترک کر دیا[1] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی فجر میں ایک ماہ تک قنوت پڑھنا ثابت ہے۔

۷- صحابہ کرام سے نماز میں بحالت قنوت بجز آمین کچھ کہنا ثابت نہیں، لہذا مقتدیوں کی ایک غلطی ایسی عبارتوں کی زیادتی بھی ہے جن کے اثبات میں کوئی حدیث وارد نہیں، بلکہ یہ محض رائے ہے مثلاً: ان کا "حق" اور "اشھد" کہنا، اسی طرح کفار پر بد دعا یا رفع شر و بلاء کی دعا کے وقت ان کا ہاتھوں کو الٹ لینا، اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بھی حدیث بسند صحیح ثابت نہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم (۱/۴۶۹) کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ: باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ (۶۷۷) سنن ابوداود (۲/ ۲۴۳-۲۴۴) تفریع ابواب الوتر: باب القنوت فی الصلاۃ (۱۴۴۵) نسائی (۲/ ۱۶۰) کتاب التطبیق: باب ترک القنوت، مسند احمد (۳/۱۶۷)۔

۸-قنوت میں نمازیوں کی ایک غلطی: دعائے قنوت میں "ولایعز" کے عین کو مفتوح پڑھنا بھی ہے۔

۹-ایک غلطی دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا بھی ہے، اس کے متعلق عز بن عبد السلام نے یہاں تک فرمادیا کہ دعا کے بعد چہرے پر دونوں ہاتھوں کو صرف جاہل ہی پھیرتا ہے[1]۔

---

(۱) اس باب میں کچھ ضعیف احادیث وارد ہیں جو اس کی مشروعیت پر دال ہیں، ان میں سے ایک حدیث جامع ترمذی میں حضرت عمر سے مروی ہے، دو حدیثیں سنن ابوداود کی ہیں، ایک سائب بن یزید عن ابیہ سے اور دوسری ابن عباس سے مروی ہے، ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ طور پر تضعیف پر محدثین کا اتفاق ہے، البتہ ترمذی کی روایت کو شواہد کی بنیاد پر علامہ سیوطی، مناوی اور حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے، اس کے
برخلاف امام ابوداود اور امام بیہقی نے ان احادیث کی تضعیف کا فیصلہ کیا ہے، نیز علامہ البانی نے ان احادیث کی مفصل تخریج اور مجروح رواۃ کا تفصیلی ترجمہ ذکر کرنے کے بعد دقیق علمی اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ تعدد طرق کے

بعد بھی یہ احادیث حسن کے درجے کو نہیں پہنچ سکتیں، نیز تحسین کرنے والوں کی غلطیوں کی بھی نشان دہی کی ہے،"ارواء الغلیل"(۲/۱۷۸تا۱۸۰)
راقم الحروف کے نزدیک فریق ثانی کا موقف قوی ہے، اس لئے کہ یہ تمام احادیث سخت ضعیف ہیں، چنانچہ سائب بن یزید عن ابیہ کی روایت میں "حفص بن ہاشم" تقریب میں حافظ کی صراحت کے مطابق مجہول ہیں، اور اسی سند میں موجود "ابن لہیۃ" کا ضعف معروف ہے، اس کے علاوہ حضرت عمر اور ابن عباس کی دونوں حدیثوں کے تمام طرق میں "حماد بن عیسیٰ، صالح بن حسان اور عیسیٰ بن میمون میں سے کوئی نہ کوئی موجود ہے، اور ان تینوں میں سے کسی کی بھی توثیق کسی امام سے ثابت نہیں ہے، اس کے برخلاف ان پر ائمہ نے سخت قسم کی جرح کی ہے، حتیٰ کہ امام حاکم اور ابن حبان نے (اپنے تساہل کے باوجود) موضوع احادیث کی روایت کی نسبت بھی ان کی طرف کی ہے۔
ظاہر ہے کہ اس قسم کے مجروح رواۃ کی روایتیں دوسرے محدثین کی طرح خود علامہ مناوی اور حافظ ابن حجر کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق تعدد طرق کے بعد بھی حسن نہیں ہو سکتیں ملاحظہ ہو: فیض القدیر، نزہۃ النظر (ص:۱۲۰)۔ لہذا ان احادیث سے مذکورہ موقف پر استدلال درست نہیں، بلکہ اس سلسلے میں وہی موقف قوی ہے جسے امام مالک، امام احمد، امام بیہقی، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک، عزبن عبد السلام، علامہ نووی اور علامہ البانی نے

۱۰- ایک غلطی نماز وتر میں قنوت کو رمضان کے نصف آخر کے ساتھ مخصوص کرنا بھی ہے۔ کیوں کہ قنوت وتر اس وقت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ وہ پورے سال میں مشروع ہے۔

۱۱- بیشتر لوگوں کی ایک حماقت و دیوانگی یہ ہے کہ وہ قنوت نازلہ میں "اللهم اهدني فيمن هديت" پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اس دعا کی حالت مصیبت سے یقینی طور پر کوئی مناسبت نہیں۔ بلکہ اس کا محل

اختیار کیا ہے، یعنی دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا صحیح نہیں۔ البتہ اگر ان احادیث کو قابل استدلال تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ان کی دلالت صرف خارج صلاۃ دعاء پر ہے، وتر میں دعائے قنوت کے بعد ہاتھ پھیرنے پر یہ قطعاً دال نہیں، اور نہ ہی کسی دوسری حدیث سے اس کا ثبوت ہے، جیسا کہ علامہ بیہقی فرماتے ہیں: "واما في الصلاة فهو عمل لم يثبت بخبر صحيح ولا اثر ثابت ولا قياس فالاولى ان لا يفعله ويقتصر على مافعله السلف رضي الله عنهم من رفع اليدين دون مسحهما بالوجه في الصلاة" علامہ البانی نے بھی صراحت کی ہے کہ قنوت میں چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا ثبوت نہ کسی حدیث سے ہے نہ کسی صحابی کے قول و فعل سے، لہذا یہ عمل بلاشبہ بدعت ہے۔ "ارواء الغليل" (۱۸۱/۲)

صرف قنوت وتر ہے، نیز اس دعا میں کسی بھی شئی کی زیادتی کرنا مناسب نہیں، مثلا بیشتر ائمہ کا اس میں یہ قول: "فلك الحمد على ما قضيت استغفرك وأتوب إليك"[۱]۔ نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ امر پر وقوف کرتے ہوئے مناسب ہے کہ اس زیادتی کو قنوت وتر میں بھی اختیار نہ کیا جائے۔ چہ جائے کہ نماز فجر کے قنوت میں اس کا اہتمام ہو۔

البتہ نبی اکرم ﷺ پر درود تو یہ عہد فاروقی میں قیام رمضان میں ابی بن کعب کی امامت سے متعلق وارد حدیث میں ثابت ہے[۲] لہذا یہ سلف کے یہاں معمول بہ ہوا، گرچہ ابن حجر نے اس کا انکار کیا ہے[۳]۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین للنووی (۱/ ۲۵۳) فصل فی القنوت۔

(۲) صحیح ابن خزیمہ (۲/ ۱۵۵-۱۵٦) جماع ابواب ذکر الوتر ومافیہ من السنن: باب فی بیان وترہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیۃ التی بات فیھا ابن عباس عندہ (ص: ۱۱۰۰)

(۳) ملاحظہ ہو: تلخیص الحبیر (ص: ۹۳) نوٹ: حافظ ابن حجر پر یہ نقد صحیح نہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے صحیح ابن خزیمہ میں ثابت شدہ اثر کی تضعیف نہیں کی ہے۔

واضح رہے کہ قنوت وتر رکوع سے پہلے ہے اور قنوت نازلہ اس کے بعد بجز رمضان کے نصف آخر کے کیوں کہ اسے دونوں قنوتوں سے مشابہت ہے، جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو، جیسا کہ ابن حجر کی روایت کردہ اثر میں ہے[1]۔

قنوت کی غلطیوں میں سے (حتی کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جو فجر میں دائمی طور پر اس کی سنیت کے قائل ہیں) اس کی تطویل اور اس کے ذریعہ حد سے زیادہ آواز بلند کرنا بھی ہے۔ میں نے (اللہ کی قسم!) بعض ایسے لوگوں کو جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے نماز فجر میں ان کی امامت اور (ہماری سابقہ صراحت کے مطابق غیر

بلکہ سنن نسائی کی مرفوع حدیث کی تضعیف کی ہے، اور اس میں وہ حق بجانب ہیں، علامہ البانی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ نووی سے مجموع (۴۹۹/۳) میں اس کی تحسین میں وہم ہوا ہے۔

(۱) صحیح ابن خزیمہ (۲/ ۱۵۵ـ۱۵٦) جماع ابواب ذکر الوتر ومافیہ من السنن: باب فی بیان وترہ فی اللیلۃ التی بات فیھا ابن عباس عندہ (۱۱۰۰)۔

مشروع) قنوت میں ان کی دعا کے دوران سنا گویا کہ وہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے ہوں اور "صبحکم ومساکم" کہتے ہوں۔ یہ غلطی اس کی اس تطویل کے علاوہ ہے جو مقتدیوں کے لئے باعث حرج ہوتی ہے، نیز مقفی کلام کا تکلف، الفاظ کی تزیین اور ایسے الفاظ کا انتخاب جو نمازیوں کے دلوں کو سخت اور انہیں تقرب الی اللہ سے مشغول کرتے ہیں اس پر مستزاد ہیں۔ یہی معاملہ شر کا ہے، اس سے صرف شر پیدا ہوتا ہے، اب تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکوہ ہے۔

سجدہ میں نمازیوں کی غلطیاں

سجدہ میں نمازیوں سے صادر ہونے والی غلطیاں متعدد ہیں، درج ذیل سطور میں انھیں مخالفتوں کے استقصا کی کوشش کی گئی ہے۔ گرچہ ان میں سے اکثر کا تعلق نماز کے سنن اور ان کے مکملات سے ہے۔

۱- اعضائے سجدہ کو پوری طرح زمین پر نہ رکھنا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَعَلَى سَبْعٍ: اَلْجَبْهَةِ وَالانْفِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالقَدَمَيْنِ.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا روایت کرتے ہیں: مجھے حکم ہوا سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا: پیشانی اور ناک (یہ دونوں ایک عضو کے حکم میں ہیں) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں قدم[1]۔

---

(۱) صحیح مسلم (۱/۳۵۵) کتاب الصلاۃ: باب اعضاء السجود والنہی عن کف الشعر والثوب وعقص الراس (۴۹۰)، سنن نسائی (۲/۶۴۔۱۶۵) کتاب التطبیق: باب السجود علی الانف، صحیح بخاری (۲/۲۹۵۔۲۹۷) کتاب الاذان: باب السجود علی سبعۃ اعظم (۸۰۹) باب السجود علی الانف (۸۱۲) سنن ابن ماجہ (۱/۲۸۶) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب السجود (۸۸۴) سنن دارمی (۱/۳۰۷) کتاب الصلاۃ: باب السجود علی سبعۃ اعظم وکیف العمل فی السجود (۱۴۳۵) مسند احمد (۱/ ۳۰۷، ۲۹۲)۔

نوٹ: مذکورہ الفاظ میں حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ عباس بن عبد المطلب سے مروی حدیث بایں الفاظ ہے: جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اطراف سجدہ کرتے ہیں: اس کا چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں قدم۔

یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ اعضاء سجود سات ہیں اور سجدہ کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ ان تمام پر سجدہ کرے۔

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لا صلاة لمن لا يمس انفه الارض ما يمس الجبين» اس شخص کی نماز نہیں جو پیشانی کی طرح اپنی ناک کو زمین سے نہیں چمٹاتا[1]۔

اس سے اس شخص کی غلطی آشکارا ہو جاتی ہے جو اپنی پیشانی پر سجدہ کرتا ہے اور ناک کو اٹھائے رہتا ہے یا اپنے دونوں قدم زمین سے اٹھائے رکھتا ہے یا ایک کو دوسرے پر اس طرح رکھتا ہے کہ زمین سے

---

(١) سنن دار قطنی (١/٣٤٨) کتاب الصلاۃ: باب وجوب وضع الجبہۃ والانف۔ اس حدیث کو امام دار قطنی نے مرسل قرار دیا ہے، اس لئے کہ ان کے بقول صرف ابو قتیبہ نے اس حدیث کو مسنداً روایت کیا ہے۔ لیکن علامہ ابن الجوزی "التحقیق" میں فرماتے ہیں کہ: ابو قتیبہ ثقہ ہیں، امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے، اور رفع زیادتی ہے جو ثقہ کی طرف سے قابل قبول ہو گی، ملاحظہ ہو: التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی (١/٣٤٩)۔

اس کا مس نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کا سجدہ پانچ یا چھ ہی اعضاء پر ہوتا ہے جب کہ اعضائے سجدہ سات معروف ہیں۔ جیسا کہ سابقہ حدیث میں صراحت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز میں غلطی کرنے والے سے فرمایا: «إِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ» ”جب تم سجدہ کرو تو اعضاء کو پورے طور پر رکھو“(۱)۔

۲- سجدہ میں عدم طمانیت

”رکوع اور قومہ کی مجموعی غلطیاں“ میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس شخص کی نماز کے بطلان کا فیصلہ فرماتے تھے جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا ہے اور آپ نے مسیئ صلاۃ کو

---

(۱) سنن ابو داود (۱/۷-۵۳۸۔۵۳۸) تفریع ابواب استفتاح الصلاۃ: باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود (۸۵۹) مسند احمد (۴/۳۴۰)۔ علامہ البانی نے حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد (۱/۱۶۲)

سجدہ میں طمانیت کا حکم دیا۔ نیز آپ فرماتے تھے: ”طمانیت اختیار نہ کرنے والا بدترین چور ہے“۔

طمانیت یہ ہے کہ سجدہ مذکورہ سات اعضاء پر ہو، ساتھ ہی دونوں ہتھیلیاں اس طرح پھیلا کر قبلہ رخ رکھی جائیں کہ انگلیاں باہم متصل ہوں اور کبھی مونڈھوں کے بالمقابل اور کبھی کان کے بالمقابل رہیں، نیز پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور دونوں پاؤں اس طرح کھڑے کئے جائیں کہ ایڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں، ساتھ ہی بازو زمین سے بلند ہوں اور ان کے اور پہلوؤں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ بغل کی سفیدی نظر آئے نیز اسی حالت میں ہر ہڈی اپنے اصلی مقام تک لوٹ جائے اور زمین تک پہنچنے والے اعضاء اس سے پوری طرح متصل ہو جائیں۔

۳- سجدہ کی کیفیت میں غلطیاں

سابقہ خطا پر ہماری گفتگو سے صحیح سجدہ کی صفت واضح ہو گئی، بعض مصلیان متعدد غلطیوں میں اس طرح پڑتے ہیں کہ سجدہ نبوی کی کیفیت سے وہ دور ہٹ جاتے اور کچھ لوگ بعض منہیات کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ رب العالمین سے حد درجہ قریب ہوتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

بعض مصلیان سجدہ میں بازوؤں اور پہلوؤں کے درمیان علیٰحدگی کی سنت ترک کرتے ہیں۔ اس کی مشروع کیفیت یہ ہے کہ پیٹ کو دونوں رانوں سے بلند رکھا جائے اور بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے پڑوسی پر تضیق کے بغیر ممکن حد تک دور رکھا جائے، اور ان کو زمین سے بلند رکھا جائے۔ نیز ہتھیلیوں کو مونڈھوں یا کان کے بالمقابل رکھا جائے نہ کہ گھٹنوں کے۔ لیکن مذکورہ علاحدگی میں اتنا زیادہ مبالغہ نہ ہو کہ پیٹھ کو بتکلف اس قدر دراز کیا جائے کہ سر اگلی صف تک پہنچ جائے۔ جیسا کہ

پیٹ کے بل لیٹنے والے کی ہیئت ہوتی ہے، اس سے سجدہ میں پشت کو دراز کرنے اور سمیٹنے کے درمیان عدم اعتدال کی غلطی نمایاں ہو جاتی ہے۔

بعض مصلیان نماز میں ہوتے ہوئے بھی جانوروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جو نماز کی تحقیر اور اس کی طرف سے بے توجہی کی غماز ہے۔ چنانچہ وہ نماز پڑھتے ہیں اس حال میں کہ وہ لومڑی کی طرح التفات کرتے یا درندے کی طرح سجدہ میں بازوؤں کو بچھاتے ہیں اور کوے کی طرح اس میں چونچ مارتے ہیں، یا مسجد میں کسی خاص جگہ کو متعین کر لیتے ہیں جیسے اونٹ متعین کر لیتا ہے یا کتے کی طرح اقعاء کرتے یا گھوڑوں کی دم کی طرح بوقت سلام دائیں بائیں ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: "شریعت اسلامیہ میں کفار، حیوانات، شیاطین، عورتیں، اعراب اور ہر ناقص کی تشبیہ سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حتی کہ نماز میں مختلف قسم کے حیوانات کی مشابہت

اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جس کا کلی یا اکثریتی طور پر جہال مرتکب ہوتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنبِساطَ الْكَلْبِ».

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "تم لوگ سجدہ میں اعتدال اختیار کرو، تم میں کوئی اپنے بازو کتے کی طرح نہ بچھائے"[1]۔ لیکن افسوس کہ بحالت سجدہ دونوں

(۱) صحیح بخاری (۲/۱۵) کتاب مواقیت الصلاۃ: باب المصلی یناجی ربہ عز و جل (۵۳۲)،(۲/۳۰۱) کتاب الأذان: باب لا یفترش ذراعیہ فی السجود (۸۲۲) صحیح مسلم (۱/ ۳۵۵) کتاب الصلاۃ: باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض الخ (۴۹۳) سنن ابوداود (۱/۵۵۴) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب صفۃ السجود (۸۹۷) جامع ترمذی (۱/۲۳۳) ابواب الصلاۃ: باب ماجاء فی الاعتدال فی السجود ،سنن نسائی (۲/۱۴۳) کتاب الافتتاح :الاعتدال فی

پاؤں کھڑا کرنے اور انھیں ایڑیوں کے بعض حصے کے ساتھ ملانے نیز انگلیوں کے بعض اطراف کو قبلہ رخ کرنے کی سنت بیشتر لوگوں کے یہاں متروک ہو چکی ہے۔ شاید ان سطور کو پڑھنے کے بعد وہ اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے جملہ اصحاب کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)۔

اسی طرح انگلیوں کو سمیٹ کر مٹھی باندھنے کی کیفیت میں سجدہ کرنا اور ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھنا ایسی غلطی ہے جس میں بیشتر لوگ ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو حق و صواب کی ہدایت دے (آمین)۔

۴- بعض کا اعضاء سجدہ کے کھلا رکھنے یا زمین یا اس کی کسی قسم پر بغیر حائل کے سجدہ کو واجب قرار دینا۔

الرکوع (۲/۱۶۹) کتاب التطبیق : باب الاعتدال فی السجود ، سنن دارمی (۶/۳۱۲) کتاب الصلاۃ: باب النہی عن الافتراش ونقرۃ الغراب (۱۴۳۸) مسند احمد (۳/۲۹۱،۲۷۹،۲۷۴،۲۱۴،۱۹۱،۱۷۹،۱۷۷،۱۱۵،۱۰۹)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ جَبْهَتَهُ مِنْ الأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے اور جب ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی زمین سے چپکانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا[1]۔

---

(۱) صحیح بخاری (۱/ ۲،۴۹۲/ ۲۲_۲۳ ،۳/ ۸۰)کتاب الصلاۃ: باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر (۳۸۵)کتاب مواقیت الصلاۃ: باب وقت الظھر عند الزوال(۵۴۲) کتاب العمل فی الصلاۃ : باب بسط الثوب فی الصلاۃ للسجود (۱۲۰۸) صحیح مسلم (۱/ ۴۳۳)کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: باب استحباب تقدیم الظھر فی اول الوقت فی غیر شدۃ الحر (٦۲۰) سنن ابوداود (۱/ ۴۳۰) کتاب الصلاۃ: باب الرجل یسجد علی ثوبہ (٦٦۰)جامع ترمذی (۱/ ۴۰۵)ابواب الصلاۃ: باب ماذکر من الرخصۃ فی السجود علی الثوب فی الحر والبرد، سنن نسائی (۲/ ۱۷۱)کتاب التطبیق: باب السجود علی الثیاب، سنن ابن ماجہ (۱/ ۳۲۹)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں: اس حدیث سے نمازی سے متصل کپڑے پر سجدہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے (۱)۔

امام نووی فرماتے ہیں: کہ یہی موقف امام ابو حنیفہ اور جمہور اہل علم کا ہے۔ البتہ امام شافعی نے اسے ثوب منفصل پر محمول کیا ہے (۲)۔

۵-سجدہ کرنے کی خاطر مریض کے لئے کوئی شئ اوپر اٹھانا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: عَادَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلا مِنْ أَصْحَابِهِ مَرِيْضًا وَأَنَا مَعَهُ؛ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَي عُوْدٍ؛ فَوَضَعَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْعُوْدِ؛ فأومأ إِلَيْهِ؛ فَطَرَحَ اَلْعُوْدَ وَأَخَذَ وَسَادَةً؛

کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب السجود علی الثیاب فی الحر والبرد (۱۰۳۳) سنن دارمی (۶/۳۳۵) کتاب الصلاۃ: باب الرخصۃ فی السجود علی الثیاب فی الحر والبرد (۱۴۵۳) مسند احمد (۳/۱۰۰)

(۱) نیل الاوطار (۲/۲۸۹)

(۲) شرح مسلم للنووی (۵/۱۲۱)

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «دَعْهَا عَنْكَ -يَعْنِي: ألوِسَادَةَ - إنْ اسْتَطَعْتَ أنْ تَسْجُدَ عَلَى الأَرْضِ وَإلا فَأَوْمِ إيْمَاءً وَاجْعَلْ سُجُوْدَكَ أخْفَضَ مِنْ رُكُوْعِكَ».

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام میں سے ایک مریض شخص کی عیادت کی، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ ان پر اس حال میں داخل ہوئے کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ میں اپنی پیشانی اسی پر رکھتے تھے، آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا تو انھوں نے لکڑی پھینک کر تکیہ لے لیا، تو آپ نے فرمایا: اس (یعنی تکیہ) کو بھی ہٹا دو، اگر تم زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ اشارہ سے نماز پڑھو اور اپنا سجدہ اپنے رکوع سے کچھ نیچا رکھو[۱]۔

---

(۱) معجم کبیر (۱۲/ ۲۶۹-۲۷۰) (حدیث رقم: ۱۳۸۲)۔ نوٹ: اس حدیث کی سند پر نقد کرتے ہوئے علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس میں حفص بن سلمان منقری موجود ہیں اور وہ متروک ہیں، امام احمد کا صحیح قول تضعیف ہی کا ہے، البتہ ابن

٦- سجدہ سہو میں "سبحان من لایسہو ولا ینام" کہنا

نماز میں عوام کی ایک غلطی اس میں سہو ہونے پر سجدہ سہو میں بعض کا "سبحان من لایسہو ولا ینام" پڑھنا ہے اور بعض ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾[مریم: ٦٤].یا قول الٰہی:﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾[البقرة: ٢٨٦]. پڑھتے ہیں، شریعت میں ان کی کوئی قابل اعتماد اصل نہیں۔

حبان نے ثقات میں ذکر کیا، مجمع الزوائد (٢/ ١٥١)۔ لیکن یہ نقد درست نہیں، اس لئے کہ حفص بن سلمان منقری ثقہ راوی ہیں، امام ابو حاتم نے ان کو "لا بأس بہ" امام بخاری، امام نسائی، ابن حبان، ابن شاہین نے "ثقہ" اور امام احمد بن حنبل نے "صالح" کہا ہے، حافظ نے ان کا صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے ،ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب (٢/ ٤٠٢)، حافظ نے بھی تقریب میں ان کو " ثقہ " کہا ہے۔ البتہ ضعیف راوی حفص بن سلمان بزاری ہیں جیسا کہ تہذیب میں صراحت ہے۔

۷-امام سے سہو کے سبب سے متعلق ایک غلطی

اس مقام پر بعض لوگوں کی اس فکری غلطی کی طرف اشارہ مفید ہے کہ نماز میں امام کے سہو یا اس پر قرأت کے التباس کا سبب تمام مقتدیوں یا بعض کا اچھی طرح طہارت حاصل نہ کرنا ہے، اس سلسلے میں ان کا اعتماد درج ذیل روایت پر ہے۔

عَنْ شَبِيبٍ أَبِي رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلاةَ الصُّبْحِ؛ فَقَرَأَ الرُّومَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ؛ فَإِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولَئِكَ.

شبیب ابو روح ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے صبح کی نماز پڑھائی، اس میں سورہ روم کی تلاوت کی، اس میں ان کو التباس ہوا، نماز کی تکمیل کے بعد انھوں نے فرمایا: ہمارے ساتھ نماز

پڑھنے والوں میں سے بعض کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اچھی طرح طہارت حاصل نہیں کرتے، یہی لوگ ہم پر قرأت کو مشتبہ کرتے ہیں[1]۔

---

(۱) سنن نسائی (۱۲/ ۱۲۰۔۱۲۱) کتاب الافتتاح: باب القرأة فی الصبح بالروم۔ سنن نسائی کی یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ مؤلف نے صراحت کی ہے، علامہ البانی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے "ضعیف سنن نسائی" (۳۱)۔ لیکن اس کے ضعف کا سبب وہ نہیں ہے جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ شبیب بن نعیم ابو روح حمصی ثقہ راوی ہیں، امام ابن القطان نے ان کو مجہول الحال ضرور قرار دیا ہے لیکن دوسرے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب (۴/ ۳۰۹۔۳۱۰)۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر "تقریب" میں علماء کے اقوال کا خلاصہ نقل کرتے فرماتے ہیں: "ثقة من الثالثة اخطأ من عده فی الصحابہ"۔ بلکہ اس کے ضعف کا سبب عبد الملک بن عمیر ہیں جیسا کہ علامہ البانی نے صراحت کی ہے کہ: اس کے رواۃ ثقہ ہیں بجز عبد الملک بن عمیر کے، کیوں کہ ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا بلکہ ابن معین نے کہا "ان سے اختلاط ہو تا تھا" ابن حجر کہتے ہیں "بسا اوقات تدلیس کرتے تھے" ملاحظہ ہو: مشکوۃ المصابیح بتحقیق البانی (۱/ ۹۷)

یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں شبیب سے مراد ابن نعیم اور ایک قول کے مطابق ابن ابی روح، ان کی کنیت ابو روح حمصی ہے، امام ابن القطان فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت غیر معروف ہے[1]۔

اس کے علاوہ دوسری علت بھی اس میں موجود ہے، ساتھ ہی فرمان الٰہی: ﴿وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ [فصلت: ٤٦]. کے ظاہری مفہوم سے متعارض ہے۔

قعدہ، تشہد اور سلام کی چند غلطیاں

نماز کے ارکان میں قعدہ اخیرہ اور تشہد بھی شامل ہیں۔ بعض نمازی ان دونوں میں متعدد غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں جن پر تنبیہ مناسب ہے۔ اس لیے اللہ کی توفیق و مدد سے درج ذیل سطور ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں:

۱- تشہد میں "السلام علیک أیھا النبی" کہنے کی غلطی

---

(۱) تہذیب التہذیب (۴/ ۳۰۹)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو ذکر کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»......... پڑھے [1]۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں وہ الفاظ وارد ہیں جو عہد نبوی اور بعد کے ادوار کے درمیان مغایرت کے متقاضی ہیں کہ آپ کے زمانے میں صیغۂ خطاب اور آپ کے بعد صیغۂ غائب استعمال کیا جائے۔ چنانچہ صحیح بخاری: کتاب الاستیذان (۵۶۱۱)

---

(۱) صحیح بخاری (۲/ ۳، ۳۲۰، ۳۱۱/ ۱۱، ۶، ۷/ ۱۳، ۱۳۱، ۱۳/ ۳۶۵) کتاب الأذان: باب التشهد فی الآخرة (۸۳۱) باب ماىتخیر من الدعاء بعد التشهد ولیس بواجب (۸۳۵) کتاب العمل فی الصلاة: باب من سمی قوما وسلم فی الصلاة علی غیره مواجهة وهو لا یعلم (۱۲۰۲) کتاب الاستیذان: باب السلام اسم من اسماء الله تعالیٰ (۶۲۳۰) کتاب الدعوات: باب الدعاء فی الصلاة (۶۳۲۸) کتاب التوحید: باب قول الله تعالیٰ "السلام المومن" (۷۳۸۸)

حدیث نمبر (٦٢٦٥) میں بطریق ابو معمر بن مسعود مروی ہے کہ انھوں نے حدیث تشہد کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: "وهو بينا أظهرنا فلما قبض قلنا السلام" یہ ہم نے اس وقت کہا جب آپ ہمارے درمیان تھے آپ کی وفات کے بعد ہم "السلام "(یعنی علی النبی) کہنے لگے، صحیح بخاری میں اسی طرح وارد ہے۔ البتہ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں نیز سراج، جورقانی، ابو نعیم اصبہانی اور بیہقی نے امام بخاری کے شیخ ابو نعیم تک متعدد طرق سے حدیث کی تخریج بایں الفاظ کی ہے: آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے "السلام علی النبی" کہا یعنی لفظ "یعنی" کے حذف کے ساتھ، اسی طرح ابن ابی شیبہ نے بھی ابو نعیم سے روایت کی ہے[1]۔

---

(۱) فتح الباری (۲/ ۳۱۴) مذکورہ موقف حضرت عبد اللہ بن مسعود اور بعض صحابہ کا ہے۔ لیکن جمہور صحابہ و تابعین اور عام فقہاء و محدثین اسی تشہد پر متفق ہیں جو مرفوع احادیث سے ثابت ہے، جو خطاب و نداء کے صیغے کے ساتھ مروی ہے، یعنی زمانۂ نبوی اور اس کے مابعد کے درمیان عدم مغایرت پر ان کا

۲- نماز میں تشہد یا درود شریف میں لفظ "سیدنا" کی زیادتی کرنا۔

اتفاق ہے۔ یہی موقف راجح اور قوی ہے، اس لئے کہ تشہد کی احادیث میں وارد قول نبوی "اذا صلی احدکم" اور "ولکن قولوا" میں جو خطاب ہے وہ حاضر و غائب نیز ان تمام کو شامل ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں جیسا کہ وضو، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ میں خطاب کے صیغے، کوئی بھی ایسی حدیث وارد نہیں جس سے ثابت ہو کہ غائب و معدوم کے لئے دوسرا تشہد ہے۔ نیز طحاوی، بزار اور طبرانی میں عبد اللہ بن زبیر کی روایت اور مسند احمد و طبرانی میں ابن مسعود کی روایت صراحت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی تشہد تھا۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو غائب و حاضر کی تفریق کئے بغیر اسی طرح خطاب و نداء کے صیغے کے ساتھ تشہد سکھلایا، جب کہ ان میں سے بہت سے غزوات و سرایا یا دوسری نوعیت کے سفر پر ہوتے اور بعض مستقل طور پر آپ سے دور سکونت پذیر تھے۔ اس سے یہ بات مبرہن ہو جاتی ہے کہ یہ صیغۂ خطاب تعبدی ہے، اس میں عقل و قیاس کی گنجائش نہیں، لہذا عبد اللہ بن مسعود کا قیاس قابل قبول نہیں اور اس صیغۂ خطاب و نداء کے اختیار کرنے کو خطا قرار دینا بذات خود خطا فاحش ہے۔

حافظ ابن حجر سے نماز یا غیر نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود کی کیفیت سے متعلق سوال کیا گیا کہ خواہ اس کے وجوب کا اعتقاد ہو یا استحباب کا کیا اس میں آپ ﷺ کو ''سیادۃ'' کے وصف سے متصف کرنا شرط ہے مثلاً یوں کہا جائے ''اللھم صل علی سیدنا محمد'' یا ''علی سید الخلق'' یا ''سید ولد آدم'' یا صرف ''اللھم صل علی محمد'' پر اکتفا کیا جائے۔ نیز دونوں میں سے کون افضل ہے لفظ ''سیادۃ'' کو ذکر کرنا اس لئے کہ آپ کے حق میں ثابت ہے یا اسے ترک کرنا اس لئے کہ حدیث میں وارد نہیں؟۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: جی ہاں ماثور الفاظ کی اتباع راجح ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شاید آپ نے تواضعاً ترک کیا ہو اور امت کے حق میں مندوب ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے تو اس کلمہ کو استعمال کرے۔ اس لئے کہ اگر یہی راجح ہوتا تو صحابہ کرام پھر تابعین سے اس کا ثبوت ہوتا۔ جب کہ اس سلسلے میں صحابہ و تابعین سے وارد آثار کی کثرت کے

باوجود ان میں سے کسی سے اس کا ثبوت نہیں۔ یہ امام شافعی -اللہ ان کا درجہ بلند کرے- جو نبی اکرم ﷺ کی سبب سے زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں اپنی اس کتاب کے خطبے میں جو ان کے اہل مذہب کا اساسی مرجع ہے فرماتے ہیں، اللھم صل علی محمد[1]۔

تنبیہات:

اس مقام پر چند امور کی طرف اشارہ مناسب ہے:

۳- اول: حدیث «لاتسیدوني في الصلاة» موضوع ہے۔ نیز مذکورہ الفاظ کے مطابق صحیح بھی نہیں ہے۔ صحیح "لا تسودونی" ہے۔ یہ حدیث بالکل بے اصل ہے[2] اور اگر صحیح ہوتی تو ہمارے مذکورہ دعویٰ کی صحت پر دلیل بنتی۔

(۱) ملاحظہ ہو: صفۃ الصلاۃ النبی (ص: ۲۷-۱۷۳)

(۲) متعدد ائمہ نے اس کے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے، مثلاً علامہ سخاوی، ملا علی قاری حنفی وغیرہ، نیز علامہ عجلونی نے علامہ ناجی سے نقل کرتے ہوئے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ عوام اسے بیان

۴- دوم: اکثر نمازی اپنی نماز میں درود پڑھتے ہوئے درود ابراہیمی کے مشروع صیغوں کے مجموعہ سے گڑھاہوا صیغہ اختیار کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے بیشتر کہتے ہیں: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي العالمين إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"۔

لیکن اس طرح گڑھنا مشروع نہیں، کیونکہ عبادات میں اصل توقیف ہے، لہٰذا ماثور دعاؤں میں زیادتی یا کمی جائز نہیں اور سنت نبویہ میں کہیں بھی یہ صیغہ وارد نہیں۔ بلکہ یہ درج ذیل دو صیغوں سے ماخوذ ہے:

۱- اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ على إِبْرَاهِيمَ وعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

کرنے کے ساتھ غلط طور پر یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں، صحیح لفظ واوٗ کے ساتھ ہے، کشف الخفاء(۲/ ۵۴-۳۵۵) موضوعات کبریٰ(ص:۳۶۵)

بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (۱)

۲ -"اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ [النبي الأمي] وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى [آل] إِبْرَاهِيمَ وبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى [آل] إِبْرَاهِيمَ في العالمين إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"(۲)

۵-سوم:

---

(۱) صحیح بخاری(۶/۴۰۸) کتاب الانبیاء: باب نمبر ۱۰( )سنن کبری(۲/ ۲۱۲) کتاب الصلاۃ: باب الصلاۃ علی اہل بیت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وہم آلہ (۲۸۵۶) سنن نسائی(۳/ ۴۰) کتاب السہو: باب کیف الصلاۃ علی النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(۲) سنن ابوداود (۱/ ۶۰۰_۶۰۱) تفریع ابواب الرکوع والسجود: باب الصلاۃ علی النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعد التشہد (۹۸۱) سنن کبریٰ (۲/ ۲۱۰) کتاب الصلاۃ: باب الصلاۃ علی البنی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعد التشہد (۲۸۴۹)، یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ علامہ البانی نے "صحیح ابوداود " (۱۸۴) میں صراحت کی ہے۔

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف کا حکم علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ لیکن راجح اس کا وجوب ہی ہے، اس کی دلیل فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس نے اللہ کی تحمید و تمجید نہیں کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی نہیں بھیجا تو آپ نے فرمایا: اس نے جلد بازی کی، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثنا کے ذریعہ آغاز کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھے[1]۔

ہمارے شیخ علامہ البانی نے اپنی کتاب "صفۃ صلاۃ النبی"[2] میں وجوب ہی کا موقف اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: واضح رہے کہ یہ

---

(۱) ۳ مسند احمد (۶/ ۱۸) سنن ابوداود (۲/ ۱۶۲) تفریع ابواب الوتر: باب الدعاء (۱۴۸۱)۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے، صحیح سنن ابوداود (۲۷۸/۱)

(۲) صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۸۲۔

حدیث اس تشہد میں درود شریف کے وجوب پر دال ہے۔ اس لئے کہ صیغۂ امر کے ساتھ وارد ہوئی ہے، وجوب ہی کے قائل امام شافعی اور امام احمد (آخری روایت کے مطابق) ہیں، ان سے پہلے صحابہ وغیرہم کی ایک جماعت کا یہی موقف رہا ہے، اس لئے جس نے وجوب کے موقف میں امام شافعی کو شذوذ کی طرف منسوب کیا ہے، اس نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ بیہقی نے اپنی کتاب "الدر المنضود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود" میں واضح کیا ہے[1]۔

(۱) علامہ امیر صنعانی نے بھی اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے، ملاحظہ ہو: العدۃ علی احکام الاحکام شرح العمدۃ (۳/ ۲۰)

نوٹ: یہ مسئلہ کافی حد تک مختلف فیہ ہے، جمہور اہل علم عدم وجوب کے قائل ہیں، ان کے استدلال میں غیر معمولی وزن ہے، البتہ وجوب کا موقف احوط ہے، لیکن اس میں اس حد تک تشدد اختیار کرنا کہ اسے نماز کا رکن قرار دیتے ہوئے اس کے ترک پر بطلان صلاۃ کا فیصلہ کیا جائے درست نہیں، اس لئے کہ وجوب پر جن دلائل سے استدلال ہے ان میں سے کوئی بھی احتمال سے خالی نہیں، جیسا کہ علامہ شوکانی وغیرہ نے مفصل وضاحت فرمائی ہے، نیز فضالہ بن

۵- چہارم:

ساتھ ہی واضح رہے کہ درود شریف کی مشروعیت تشہد ثانی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ یہ تشہد اول میں بھی مشروع ہے۔[1] امام

عبید کی مذکورہ حدیث (جس سے مؤلف نے وجوب پر استدلال کیا ہے) بھی اسی امر پر دال ہے، کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو اعادہ کا حکم نہیں دیا، یہی وجہ ہے کہ جمہور کی طرح علامہ شوکانی نے بھی عدم وجوب کا موقف اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو: نیل الاوطار (۲/ ۲۹۵تا۳۰۰)۔

(۱) اس مسئلہ میں مذکورہ موقف کے خلاف جمہور سلف و خلف کا اتفاق ہے، میرے علم کی حد تک قدیم علماء میں صرف امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ موقف اختیار کیا ہے، البتہ جدید علماء میں مصنف کی طرح شیخ ابن باز اور بعض دیگر سعودی علماء اس کی مشروعیت و استحباب کے قائل ہیں، علامہ شوکانی بھی اسی موقف کی طرف کسی حد تک مائل ہیں، ان لوگوں نے ان تمام احادیث کے عموم سے استدلال کیا ہے جن میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھنے کا حکم ہے، ان میں سے بعض میں نماز کی بھی صراحت ہے، ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں تشہد اول و ثانی کی قید نہیں ہے لہذا یہ حکم دونوں کو عام ہو گا، یہی وجہ ہے کہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ایک قدم آگے بڑھاتے

ہوئے اس کو واجب قرار دے دیا۔ لیکن ازروئے تحقیق یہ موقف مرجوح ہے، وجوب تو بہت دور کی بات ہے سنیت واستحباب پر بھی دلیل قائم نہیں، اس لئے کہ جس عموم سے ان کا استدلال ہے وہ تشہد ثانی کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ درج ذیل صحیح الاسناد حدیثیں صراحت کرتی ہیں:

ا۔ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے مجھ کو درمیان صلاۃ اور آخر صلاۃ میں تشہد سکھلایا، فرماتے ہیں کہ جب درمیان صلاۃ یا آخر صلاۃ میں اپنے بائیں کولہے پر بیٹھتے تو التحیات للہ والصلوۃ... الخ پڑھتے، مزید فرماتے ہیں کہ جب آپ درمیان صلاۃ میں ہوتے تو تشہد سے فراغت کے بعد کھڑے ہو جاتے اور جب آخر صلاۃ میں ہوتے تو اس سے فراغت کے بعد دعاء کرتے، پھر سلام پھیرتے، مسند احمد (۱/۴۵۹)

یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ اس کو امام احمد کے شیخ یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری نے اپنے باپ سے، انھوں نے محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار (صاحب مغازی) سے، انھوں نے عبدالرحمن بن اسود بن یزید بن قیس النخعی سے، انھوں نے اپنے باپ اسود سے اور اسود نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا اپنے شیخ سے اتصال حافظ مزی اور ابن حجر کی صراحت مطابق متحقق ہے، نیز ابن حجر و دیگر محدثین کی صراحت کے مطابق ہر ایک ثقہ ہے، صرف ابراہیم بن سعد پر بعض اہل علم کا

کلام ہے ، لیکن وہ نا قابل اعتبار ہے کیوں کہ ان کے تعلق سے حافظ نے "تقریب"میں صراحت کی ہے:"ثقة حجة تكلم فيه بلا قادح"البتہ محمد بن اسحاق مدلس راوی ہیں جیسا کہ معروف ہے، لیکن اس سند میں انھوں نے تحدیث کی صراحت کر دی ہے لہذا یہ سند ہر طرح کی علت سے محفوظ ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے محدث احمد شاکر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے،"مسند احمد بشرح احمد شاکر"(۱۷۸/۶) اور علامہ ہیثمی نے بھی اس کے رواۃ کی توثیق کی ہے ،"مجمع الزوائد"(۱۴۵/۲)۲۔حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے،"مسند ابو یعلی"(۴۳۷۳/۷) حدیث کی سند صحیح ہے، اس کو حافظ ابو یعلی کے شیخ ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم بن معمر بن حسن الہذلی الہروی نے عبد السلام بن حرب الملائی سے ،انھوں نے بدیل بن میسرۃ العقیلی البصری سے،انھوں نے ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ الربعی البصری سے اور انھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، اور یہ تمام کے تمام مجمع الزوائد (۲/ ۱۴۵) میں علامہ ہیثمی اور تقریب میں حافظ کی صراحت کے مطابق صحیحین کے رواۃ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک ثقہ ہے، نیز سند بھی متصل ہے، جیسا کہ حافظ مزی اور ابن حجر نے صراحت کی ہے۔اسی بنیاد پر مسند ابو یعلی کے فاضل محقق نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔البتہ ابو الجوزاء کے متعلق امام بخاری نے فرمایا:"فی اسنادہ نظر"، امام ابن حبان اور بعض

دیگر محققین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عمرو بن مالک نکری کے واسطے سے ان کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے، اس لئے کہ عمروان کے نزدیک ضعیف ہیں، یعنی یہ نقد ابو الجوزاء پر نہیں بلکہ عمرو پر ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس قول سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ: ان کا سماع ابن مسعود اور عائشہ جیسے لوگوں سے ثابت نہیں، حافظ ابن عبد البر نے بھی تمہید میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے عائشہ سے نہیں سنا، ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب (۱/ ۲۸۳۔۲۸۴)

لیکن یہ قول درست نہیں، اس لئے کہ حضرت عائشہ سے ابو الجوزاء کی روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح (۴۹۸) میں اصالۃً ذکر کیا ہے، گویا کہ امام مسلم کے نزدیک ان کا سماع ان سے ثابت ہے۔ نیز اسی سند کو سنن ابو داود (۷۸۳) میں علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، گویا کہ اپنے اپنے وقت کے ان دو عظیم محدثوں کے نزدیک عدم لقاء کا قول نا قابل اعتبار ہے۔ البتہ زیر بحث حدیث کے متعلق علامہ البانی "صفۃ صلاۃ النبی" (۱۷۰) میں لکھتے ہیں کہ یہ منکر ہے جیسا کہ میں نے ضعیفہ (۵۸۱۶) میں تحقیق کی ہے۔ ضعیفہ کے اس حصہ تک تو میری رسائی نہیں ہو سکی، لیکن علامہ موصوف کا یہ قول از حد تعجب خیز ہے، اس لئے حافظ ابو یعلی کے شیخ اسماعیل بن ابراہیم "جن پر کسی طرح کا کوئی نقد نہیں" کے بعد عبد السلام بن حرب سے عائشہ تک یہ پوری سند سنن ابو داود

(۷۷٦) میں آئی ہوئی ہے، اور اس سند سے مروی حدیث کے تعلق سے امام ابوداود نے صراحت کی ہے کہ: عبد السلام بن حرب کے شیخ بدیل بن میسرہ سے ایک جماعت نے نماز کا یہ واقعہ روایت کیا ہے، لیکن ان کی روایتوں میں اس حدیث کا کوئی بھی حصہ مذکور نہیں۔

امام ابوداود کی اس صراحت کے باوجود علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، گویا کہ علامہ موصوف کے نزدیک ابو الجوزاء کا سماع عائشہ سے ثابت ہے، نیز عبد السلام بن حرب کی زیادتی ثقہ کی زیادتی ہونے کی باعث مقبول ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسی سند سے مروی مسند ابو یعلی کی حدیث منکر ہو؟ بالخصوص اس صورت میں کہ ابن مسعود کی حدیث اس کے لئے شاہد قوی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ دونوں حدیثیں اس امر میں صریح ہیں کہ آپ تشہد اول میں تحیات پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ علاوہ ازیں عبد اللہ بن مسعود کی درج ذیل روایت بھی دونوں میں تفریق پر دال ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ پہلی دو رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ اس طرح بیٹھتے تھے جیسے آپ گرم پتھر پر ہوں (ترمذی، ابوداود، نسائی)۔ شراح حدیث نے صراحت کی ہے کہ اس سے قعدہ اولی کی تخفیف اور تیسری یا چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں جلدی کرنا مراد ہے، یعنی آپ اس میں قدر تخفیف کرتے اور اس طرح سرعت کے ساتھ

اٹھتے تھے جیسے گرم پتھر پر بیٹھنے والا شخص سرعت اختیار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تخفیف اور تفریق اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب تحیات پر اکتفاء کیا جائے۔

مذکورہ تینوں حدیثوں کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ درود کے حکم پر مشتمل عمومی روایات تشہد ثانی کے ساتھ مخصوص ہیں، لہذا ان سے اول میں درود کی سنیت و استحباب پر بھی استدلال درست نہیں، چہ جائے کہ وجوب پر استدلال ہو، جب کہ وجوب پر ان کی دلالت تشہد ثانی میں بھی احتمال سے خالی نہیں، جیسا کہ پہلے گذرا۔

واضح رہے کہ حضرت عائشہ کی وہ روایت جس کی تخریج امام بیہقی اور نسائی نے کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ (بعض دفعہ) رات کو ۹ رکعات ادا فرماتے تھے، آٹھویں رکعت میں تشہد میں بیٹھتے تو اس میں اپنے رب سے دعا کرتے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے) یہ روایت مذکورہ موقف کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی گرچہ اس میں تشہد اول میں درود پڑھنے کا ذکر ہے، اس لئے کہ یہ نفلی نماز کا واقعہ ہے اور تخفیف و تطویل وغیرہ کے تعلق سے فرض و نفل میں جو فرق ہے وہ محتاج بیان نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس میں تشہد اول میں دعاء کا بھی ذکر ہے جب کہ فرائض میں اس کی مشروعیت کا کوئی قائل نہیں، حتی کہ شوافع جو تشہد اول میں درود کے استحباب کے قائل ہیں وہ

شافعی نے "کتاب الأم[1]" میں اس کی تنصیص کی ہے، وہ فرماتے ہیں: قعدہ اولی اور اخیرہ میں تشہد کے الفاظ یکساں ہیں، ان میں اختلاف نہیں، میرے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ تشہد اور درود میں سے کوئی دوسرے کی طرف سے کفایت نہیں کر سکتا۔

۷- جس نے سلام سے پہلے حدث کیا اس کی نماز باطل، ہو جائے گی، فرض نماز ہو یا نفل۔

بھی اس کے بعد دعاء کو مکروہ قرار دیتے ہیں، "المجموع" (۳/۲۴۲) اسی لئے پاکستانی محدث علامہ عطاء اللہ بھوجیانی نے اس حدیث سے صرف نفلی نماز میں تشہد اول میں درود کے محض جواز پر استدلال کیا ہے، ملاحظہ ہو: التعلیقات السلفیۃ (۱/۲۰۲)

(۱) ۳(۱/۱۸۱)

۸- بعض نمازیوں کی ایک غلطی دو رکعت والی نماز یعنی فجر، جمعہ اور نوافل میں تورک کرنا[1] اور چار یا تین رکعتوں والی نماز کے قعدۂ

(۱) اس مسئلہ میں یہی موقف اقرب الی الصواب ہے، اس لئے کہ جامع ترمذی (۱/ ۲۴۰) میں مروی وائل بن حجر کی روایت کہ "نبی اکرم ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے" اور صحیح مسلم (۱/۳۸۵) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کہ نبی اکرم ﷺ ہر دو رکعت کے بعد درود پڑھتے اور بایاں پاؤں بچھا کر دایاں پاؤں کھڑا کرتے" صراحت کرتی ہے کہ ہر جلوس میں افتراش ہے، اس لئے کہ پہلی روایت میں مطلقاً قعدہ میں افتراش کا ذکر ہے خواہ وہ اول ہو یا آخر، اس کے بعد تسلیم ہو یا نہیں، اس حکم عام سے صرف وہی قعدہ الگ ہو سکتا ہے جس کا استثنا ابو حمید ساعدی کی روایت میں ہے اور ان کی رویت میں صرف ثلاثی اور رباعی نماز کے قعدہ اخیرہ میں تورک کا ذکر ہے، اس حدیث کے بعض طرق کے الفاظ "فاذا کانت الجلسة التی فیھا التسلیم" سے بظاہر یہ وہم ضرور ہوتا ہے کہ تورک ہر اس تشہد میں مشروع ہے جس کے بعد سلام ہو، لیکن حدیث کے سیاق سے اس مفہوم کی قطعاً نفی ہوتی ہے کیوں کہ انھوں نے قعدہ اولی میں جلوس کی کیفیت بیان کی کہ آپ ﷺ اس میں افتراش کرتے تھے پھر فرمایا "فاذا جلس فی الرکعة الآخرة" اور

اخیرہ میں اس کا ترک کرنا ہے۔ گرچہ تورک یا اس کا ترک نماز کی صحت میں مخل نہیں۔ لیکن سنت پر عمل افضل ہے، یعنی تین یا چار رکعت والی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تورک کیا جائے بہ شرطے کہ بغل کے نمازیوں پر تضییق نہ ہو۔

۹- ساتویں تنبیہ: تحییات "عباد اللہ الصالحین" میں صالح کی سب سے مشہور تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کرنے والا ہو، البتہ اس کے درجات متفاوت ہیں، حکیم ترمذی فرماتے ہیں: جو اس سلام سے نصیبہ ور ہونا چاہتا ہے جسے

ابوداود (۱/ ۴۶۹) کی روایت میں ہے: "فاذا جلس فی الرکعۃ الرابعۃ" حدیث کا یہ سیاق اس بات پر صراحتاً دال ہے کہ وہ تشہد جس کے بعد سلام ہو اس سے مراد ثلاثی اور رباعی کا تشہد اخیر ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی بھی روایت میں تشہد اول میں تورک کا ثبوت نہیں لہذا درست موقف وہی ہے جسے مؤلف نے اختیار کیا ہے، اسی کو علامہ ابن قیم اور شیخ ابن باز وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

مخلوق نماز میں انجام دیتی ہے تو صالح بندہ بنے، ورنہ وہ اس فضل عظیم سے محروم ہو گا۔

۱۰- آٹھویں تنبیہ: امام قفال اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

"ترک صلوٰۃ کا ضرر تمام مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے کہ نمازی لازمی طور پر تشہد میں "السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین" کہتا ہے۔ لہذا تارک صلاۃ اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہ ہونے کے ساتھ اپنے رسول کے حق میں، خود اپنے حق میں اور تمام مسلمانوں کے حق میں کوتاہ ہو گا۔ اسی لئے ترک صلوٰۃ کا گناہ عظیم ترین ہے۔

۱۱- نویں تنبیہ: بعض لوگ دونوں سجدہ کے درمیان کی دعا ترک کر کے اس کے بدلے "اللهم خل عنی" یا اس جیسی کوئی غیر ثابت شدہ شئی پڑھتے ہیں۔

۱۲- اس شخص پر انکار جو انگشت شہادت کو حرکت دیتا ہے۔

عَنْ وَائلٍ بنِ حُجْرٍ رَضِيِ اللّٰه عَنْهُ قَالَ: لانْظُرَنَّ إلَى رَسُو لِ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ يُصلِّي؛ فَنَظَرتُ إليهِ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ....إلي أن قال: ثُمَّ قَعَدَ....ثُمَّ رَفَعَ إصْبَعَهُ وَرَأيْتُهُ يُحَرِّكُهَا ،يَدْعُوا بهَا.

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ ضرور نبی اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت دیکھوں گا، تو میں نے دیکھا، آپ نے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا... مزید فرمایا: پھر آپ بیٹھے، پھر شہادت کی انگلی اٹھائی اور میں نے دیکھا آپ اس کو حرکت دیتے اور اس کے ذریعہ دعا کرتے تھے[1]۔

یہ صحیح روایت انگلی کو حرکت دینے پر صراحتاً دال ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کے اس فعل کی کیفیت کا بیان "یرفع" کے ذریعہ ہے۔ اور یہ فعل مضارع ہے، جو نمازی کے سلام پھیرنے اور نماز سے فراغت

---

(۱) سنن النسائی (۸۸۹)، سنن ابو داود (۲۷۶،۲۷۷)۔

تک اس کے استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا قول "یدعوبھا" بھی اسی پر دال ہے۔ لہذا فقہا کا رفع کو لفظ جلالہ یا استثنا کے ساتھ مخصوص کرنا خالی از دلیل ہے۔ سابقہ تفصیل کی روشنی میں اس شخص کی غلطی نمایاں ہو جاتی ہے جو مذکورہ مشروع کیفیت پر انگلی کو حرکت دینے والے کی نماز کے بطلان کا فتویٰ دیتا ہے۔ (اخیر میں درج ذیل امور پر تنبیہ ناگزیر ہے)۔

۱۳- پہلی تنبیہ: بعض روایات میں وارد ہے کہ

رَأَيْتُ رَسُو لَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَقَاعِدٌ فِي الصَّلاةِ....

رَافِعًا إِصْبَعَهُ السَّبَّابَةَ وَ قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا وَهُوَ يَدْعُوْ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ انگشت شہادت اٹھائے ہوئے تھے، اسے کسی قدر

خم کر رکھا تھا اور دعا کر رہے تھے [۱] لیکن یہ حدیث سنداً البتہ اس میں آخری ٹکڑا نہیں ہے۔ ضعیف ہے [۲]۔

---

(۱) صحیح ابن خزیمہ (۱/۳۵۴) کتاب الصلاۃ: باب حنیٔ السبابۃ عند الاشارۃ بہا(۷۱۶) سنن نسائی(۳/۳۳) کتاب السہو: باب احناء السبابۃ فی الاشارۃ سنن ابوداود (۱/۶۰۴) تفریع ابواب الرکوع والسجود : باب الاشارۃ فی التشہد (۹۹۱) مسند احمد (۳/۴۷۱) سنن ابن ماجہ (۱/۲۹۵) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب الاشارۃ فی التشہد (۹۱۱)

(۲) اس لئے کہ اس میں مالک بن نمیر خزاعی موجود ہیں، ان کے بارے میں امام ابن القطان اور ذہبی نے کہا: "لا یعرف حال مالک ولا روی عن ابیہ غیرہ" تہذیب التہذیب (۱۰/۲۴) حافظ نے بھی " تقریب " میں ان کے "لین الحدیث " ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی بنیاد پر علامہ البانی نے ضعیف سنن ابی داؤد (۹۶) اور تمام المنۃ (۲۲۲) میں حدیث کی تضعیف کی ہے، نیز ضعیف سنن نسائی(۴۴) میں "منکر بزیادۃ الاحناء" کہا ہے۔

ہمارے شیخ علامہ البانی فرماتے ہیں: انگلی موڑنے کا ثبوت بجز اس حدیث کے مجھے کہیں نہیں ملا، اور چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے لہذا یہ عمل مشروع نہیں[1]۔

۱۴-دوسری تنبیہ: بعض روایات میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا پھر سجدہ کیا۔ اس کی روشنی میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی اشارہ مشروع ہو گا۔ لیکن یہ روایت ان تمام روایتوں کے مخالف ہے جن میں سجدہ کا ذکر اشارہ سے پہلے ہے۔ لہذا یہ روایت شاذ ہو گی اور اس کی بنیاد پر دونوں سجدوں کے درمیان شہادت کی انگلی کو حرکت دینا مصلی کے لئے مشروع نہیں ہو گا۔

۱۵- تیسری تنبیہ: بائیں ہاتھ کے انگشت شہادت سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔ حتی کہ اگر کسی کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا ہو تو وہ اشارہ نہیں کرے گا، اس لئے کہ بائیں کو دائمی طور پر پھیلانا ہی سنت ہے۔

---

(۱) تمام المنۃ (۲۲۳)

۱۶- چوتھی تنبیہ : بعض نمازی انگشت شہادت کو حلقہ کی شکل میں حرکت دیتے ہیں اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ ان کے اس فعل کی دلیل وائل بن حجر کی سابقہ حدیث "کہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ انگوٹھا اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

لیکن یہ حدیث کا غلط مفہوم ہے، اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ابہام اور وسطی کو حلقہ کی شکل میں رکھتے تھے۔ حرکت میں بعض نمازیوں کی ایک غلطی یہ بھی ہے کہ انگلی اٹھاتے اور گراتے رہتے ہیں یہ فعل طریقہ نبوی کے خلاف ہے، درست موقف انگلی کو اٹھانا اور اسی حالت میں اس کو حرکت دینا ہے خواہ اوپر نیچے ہو یا دائیں بائیں، کیوں کہ تعیین کی حدیث ثابت نہیں۔

تین غلطیاں سلام سے متعلق

سلام نماز کے ارکان و فرائض میں سے ایک رکن و فرض ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں، یہی جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علماء کا موقف رہا ہے۔ اس سلسلہ کی چند غلطیاں درج ذیل ہیں:

۱۷- یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ سلام پھیرنے کے بعد داہنے ہاتھ سے دائیں طرف اور بائیں ہاتھ سے بائیں طرف اشارہ کرتے ہیں، صحابہ کرام شروع میں ایسا کرتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کر دیا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْنَا: اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا لِي أَرَاكُمْ تَرْفَعُونَ أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟فتركواالرفع واكتفوابالتسليم.

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو نماز کے اختتام پر دائیں بائیں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دم ہیں، تو لوگوں نے ہاتھ اٹھانا ترک کر دیا اور سلام پر اکتفا کرنے لگے [1]۔

١٨- دوسری غلطی: لفظ سلام میں ادراج کرنا، یعنی زیادہ کھینچنا مدنہ کرنا مستحب ہے۔ ابن سید الناس فرماتے ہیں: اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف میں نہیں جانتا۔

١٩- تیسری غلطی: امام ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص داہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" "أسألک

(١) صحیح مسلم (٤٣٠)۔

الفوز بالجنۃ" اور بائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد "السلام علیکم أسألک النجاۃ من النار" کہتا ہے کیا یہ مکروہ ہے؟۔

آپ نے جواب دیا "الحمد للہ! جی ہاں یہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بدعت ہے، کیوں کہ نہ تو نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے اور نہ ہی علماء میں سے کسی نے اسے مستحب قرار دیا ہے، نیز یہ نماز میں ایسے مقام پر دعا کا ایجاد کرنا ہے جو اس کا محل نہیں، اس میں سے ایک کے ذریعہ نمازی دونوں سلاموں کے درمیان فصل کرتا ہے۔ نیز دوسرے سے ایک سلام کو متصل کرتا ہے جب کہ کسی کے لئے مشروع صفت میں فصل کرنا جائز نہیں۔ اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کوئی کہے "سمع اللہ لمن حمدہ، أسألک الفوز بالجنۃ، ربناولک الحمد أسألک النجاۃ من النار" وغیرہ[1]۔

(۱) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ (۲۲/ ۴۹۰-۴۹۱)۔

۲۰- بعض لوگ کسی متفق علیہ ناقض وضو مثلا حدث کے ذریعہ نماز باطل ہو جانے کے بعد بغیر سلام کے نماز سے نہیں نکلتے۔ اس عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اب کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہی جس سے تحلل ہو۔

* * *